لکھنؤ
تعمیرِ حیات
پندرہ روزہ

عبرت ناک انجام

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں دنیا کی بڑی بڑی جبّار و قہّار قوموں کی تباہی کا نقشہ پیش فرمایا ہے اور بتایا ہے کہ قوت کا زور، طاقت کا گھمنڈ، دولت کا غرور اور ساز و سامان کی فراوانی نے ہمیشہ قوموں کو حدود الٰہی سے قدم باہر نکالنے پر آمادہ کیا ہے۔ فرعون و نمرود اور عاد و ثمود، تبابعۂ یمن اور شاہان صبا کے واقعات کو قرآن پاک میں بڑی تفصیل سے بتایا گیا ہے، اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئے کہ یہ واقعات اور ان کے یہ نتیجے، یہ کرتوت اور ان کے پھل صرف پچھلی ہی قوموں کے حق میں تھے، نہیں، دنیا کا کوئی دور، تاریخ کا کوئی ورق، اور زمانہ کا کوئی عہد ان واقعات اور ان کے لازمی نتیجوں سے کبھی خالی نہیں رہا ہے۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَار

تاریخ کا یہ کس قدر عبرت ناک انجام ہے کہ وہ ہٹلر وہ مسولینی وہ ہملر، وہ گورنگ، وہ گوئبلز جن کے لفظ لفظ کو دنیا تقدیر مبرم سمجھتی تھی، جن کے ہر محال دعویٰ کو صرف ان کے کہہ دینے ہی سے ممکن یقین کر لیتی تھی، جن کے رعب و دبدبہ سے زمین کا ہر قطعہ خوف و دہشت سے لرزہ براندام تھا اور جن کے ایک ایک قدم سے ہر وقت دنیا زیر و زبر ہو رہی تھی آخر وہ گھڑی آئی کہ بے کسی اور مایوسی نے ان کی ہر امید کا خاتمہ کر دیا۔ ان میں سے کسی نے اپنے ہاتھ سے آپ اپنا گلا کاٹ لیا، کسی نے زہر کا پیالہ پی لیا، کوئی اپنے دوستوں کی تلواروں سے آپ مارا گیا، اور برلن جو کبھی بابل کا مینار تھا آج خاک کے تودوں کے سوا کچھ نہیں۔

علامہ سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ
(از شذرات سلیمانی) ج ۳ ص ۳۵۶

فی شمارہ ۷ روپے
سالانہ ۱۵۰ روپے
۱۰ / جون ۲۰۰۲ء

Regd. No LW/ NP/63
Fax No. 0522-787310
788376
R.N.I.No.UP.URD./2001/6071
Office Ph.No.787250 (Ext)18
Guest House-323864
Website : - www.nadwatululama.org, Email : - nadwa@sancharnet.in
FORTNIGHTLY
Vol. No. : 2 Issue No. 6
TAMEER-E-HAYAT
NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (INDIA)
Rs. 7/-

Mobile: 98390 95795
Phone : 0522-301658
تبا اوننگ
اودھ کی شان
اوننگ ★ ٹریس ★ کھڑکی ★ فلس
المونیم ★ کھڑکی ★ دروازے ★ سلنگ ★ فلورنگ
ہمارے یہاں ہر قسم کے المونیم اور اوننگ کا کام بہت ہی کفایتی قیمت پر ہوتا ہے۔
ایک بار خدمت کا موقع دیں۔
ایم۔ کے ملک، راج ۳۰۱/۱ وشال کھنڈ، گومتی نگر، لکھنؤ

Ph.No 260433 - 242946
آپ کی خدمت میں جدید و دلکش سونے چاندی کے
زیورات کے لئے
ہمارا نیا شوروم
گھنہ پیلس
حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد معروف خاں
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ

The Fragrance of East
A quarterly English magazine published from Nadwa needs your patronage. Please subscribe it yourself and motivate others also to read it regularly.
Annual subscription is only Rs.100/- which may be sent by M.O. or Bank Draft payable to :-
The secretary
Majlise Sahafat wa Nashriat
C/o Tamir-e-Hayat, Nadwatul Ulama
P.O. Box No.93, Tagore Marg
Lucknow-226 007 (U.P.)

زوزامین
فسادِ خون اور جلدی امراض کا شربت
• خونی فساد، پھوڑے پھنسی، خارش
• اور جلدی امراض کا کامیاب سیرپ
• جذام کے لئے
نہایت جلد اثر کرنے والا
ZUZAMEEN
HASANI PHARMACY
حسنی فارمیسی کی ایجنسی کے لیے انتظام کریں

کیپ کے اوپر AFZALS اور MAU CITY دیکھ کر خریدیئے
مئو کا بنا
نورانی تیل
درد، زخم، چوٹ، کٹنے، جلنے کی بہترین دوا
انڈین کیمیکل کمپنی، مئوناتھ بھنجن (یو۔پی)

چشمہ ساگر
AUTO REFRCCTO METER AR-860
ایک بار خدمت کا موقع دیں
آپٹیشن اے۔ رحمٰن (علیگ)
معتبر گنج، اعظم گڑھ

Printed And Published by *Athar Husain* on behalf of Nadwatul Ulama
at Parekh offsetPressTagore Marg,Lucknow.u.p. Editor: *Shamsul Haq Nadwi*

اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت

مولانا حکیم عبد الحی حسنی رحمۃ اللہ علیہ

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :-

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ
وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ
اِقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ
كَسَادَهَا وَمَسَاكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ
اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ
سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ
اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ (سورۃ التوبۃ آیت ۲۴)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے لڑکے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارے کنبے اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے بگڑ جانے سے تم ڈر رہے ہو اور وہ گھر جنہیں تم پسند کرتے ہو (یہ سب) تم کو اللہ اور اس کے رسولؐ سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز ہوں تو تم منتظر رہو۔ یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیج دے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے :

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ
مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ
بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (المائدۃ آیت ۵۴)

اے ایمان والو، تم میں سے جو کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو اللہ تعالیٰ عنقریب ایسے لوگوں کو (وجود میں) لے آئے گا جنہیں وہ چاہتا ہوگا۔ اور وہ اسے چاہتے ہوں گے۔

اور ارشاد ہے :

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ

(البقرۃ آیت: ۱۶۵)

اور جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ کی محبت سب سے قوی رکھتے ہیں۔

حلاوت ایمانی کیلئے تین چیزیں ضروری ہیں

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جس شخص کے اندر تین باتیں ہوں اس کو ایمان کی حلاوت (چاشنی ولذت) محسوس ہوگی۔

۱۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ماسوا سے زیادہ محبوب ہوں۔

۲۔ وہ کسی سے محبت کرے تو اللہ کے لئے کرے۔

۳۔ وہ کفر کی طرف دوبارہ لوٹنا اتنا ہی ناپسند کرے جتنا آگ میں ڈالے جانے کو ناپسند کرتا ہے (بخاری ومسلم)

رسول اللہؐ کی محبت سب پر غالب ہونی چاہیئے

حضرت انس رضی اللہ عنہ ہی کی ایک روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم میں کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میری محبت اہل وعیال، مال ودولت اور تمام لوگوں کی محبت پر غالب (اور زیادہ) نہ ہوجائے۔ (مسلم)

حضرت انسؓ سے ایک روایت اور مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے والدؒ اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ اس کو محبوب نہ ہوجاؤں۔ (بخاری)

جو جس سے محبت کرے گا اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ایک اور روایت ہے فرمایا: ایک اعرابی (بدو) نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، قیامت کب آئے گی؟ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم نے اس کے لئے کیا تیاری کی ہے؟ اس اعرابی نے کہا، اللہ اور رسولؐ کی محبت (جواب میں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم جس سے محبت کرتے ہو اسی کے ساتھ ہوگے (اس پر) حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں، ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں مجھے (خدا سے) امید ہے کہ ان حضرات کے ساتھ ہوں گا۔ چاہے ان کے جیسے کام نہ کرسکوں (مسلم)

● ایک اور روایت حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا اے رسول اللہؐ ایسے شخص کے بارے میں آپ کیا فرماتے ہیں جس نے لوگوں سے محبت کی، لیکن ان کے مرتبہ کا نہیں ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مومن جس کو چاہتا ہے اسی کے ساتھ ہوگا۔

تلاوت قرآن کے فائدے

- تلاوت قرآن مجید سے اللہ تعالیٰ کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے۔
- ہر حرف پر دس نیکیاں ملتی ہیں۔
- دل کا زنگ صاف ہوتا ہے۔
- قیامت کے دن گواہ ثابت ہوگا۔

پندرہ روزہ

تعمیر حیات

لکھنؤ

جلد نمبر ۳۹ | ۱۰ر جون ۲۰۰۲ء مطابق ۲۸ر ربیع الاول ۱۴۲۳ھ | شمارہ نمبر ۱۵

زیر سرپرستی : حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء

زیر نگرانی
مولانا عبد اللہ عباس ندوی
معتمد تعلیمات ندوۃ العلماء
پروفیسر وصی احمد صدیقی
معتمد مالیات ندوۃ العلماء

مجلس ادارت
شمس الحق ندوی
(مدیر اعلیٰ)
سید محمود حسن حسنی ندوی
معاون مدیر

مجلس مشاورت
مولانا نذر الحفیظ ندوی
مولانا عبد اللہ حسنی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید صدیقی

زر تعاون

سالانہ ---=/۱۵۰ روپے
فی شمارہ ---------=/۷ روپے
بیرونی ممالک فضائی ڈاک
ایشیائی، یورپی، افریقی
وامریکی ممالک ...... ۳۵ ڈالر
بیرونی ممالک بحری ڈاک
بحری ڈاک جملہ ...... ۲۰ ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ باکس نمبر ۹۳
ندوۃ العلماء، لکھنؤ (۲۲۶۰۰۷) یوپی
ڈرافٹ منیجر تعمیر حیات لکھنؤ کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر روانہ کریں۔
Website:www.nadwatululama.org
E-mail Adress: nadwa@sancharnet.in
Ph: Office.787250(Ext)18
Guest House.323864

گزارش

خط وکتابت اور منی آرڈر کرتے وقت کوپن (پیغام سلپ) پر خریداری نمبر کے ساتھ مکمل نام وپتہ ضرور لکھیں خریداری نمبر ہر پتہ کی سلپ پر لکھا رہتا ہے اگر آپ جدید خریدار ہیں تو اس کی صراحت ضرور کریں اس سے دفتری کارروائی میں آسانی اور جلدی ہوتی ہے۔ (منیجر)

دائرہ میں سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہوچکا ہے۔ لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین وادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ =/150 روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ (منیجر) (مضمون نگار کے خیالات سے ادارہ کا متفق ہونا ضروری نہیں)

پرنٹر پبلشر اطہر حسین نے پاریکھ آفسٹ ٹیگور مارگ لکھنؤ میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت ونشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ سے شائع کیا۔

حامد خوشنویس۔ کمپوزیشن مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوۃ العلماء لکھنؤ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس شمارے میں

۱	اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت	مولانا حکیم عبد الحی حسنیؒ	۲
۲	کردار کا جوہر (اداریہ)	شمس الحق ندوی	۵
۳	دینی حکومت اور لادینی حکومت کا فرق۔	حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ	۸
۴	اسلامی بیداری میں علامہ شبلی نعمانیؒ کا حصہ	حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی	۱۰
۵	عربی زبان وادب کی اہمیت کیوں؟	ڈاکٹر محمد سید علی بلاسی	۱۳
۶	اسلامی شعور کا شاعر والی آسی	امین الدین شجاع الدین	۱۷
۷	روس کی ممبر پارلیمنٹ خاتون کا قبول اسلام	محمد فرمان نیپالی ندوی	۲۰
۸	ایک علمی دعوتی اصلاحی سفر	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۲
۹	وضو اور غسل کے روحانی فوائد	حکیم احسن علی خاں ندوی	۲۴
۱۰	سوال وجواب	محمد طارق ندوی	۲۶
۱۱	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۲۷
۱۲	مطالعہ کی میز پر	محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی	۲۸
۱۳	مدرسہ عالیہ عرفانیہ کا سہ روزہ سیمینار	سیّد ضیاء الحسن ندوی	۲۹
۱۴	تو ہے لاشریک میرے خدا (حمد)	کوثر جعفری بھٹکلی	۳۱
۱۵	شہنشاہیاں محتبر کرنے والا (نعت)	رئیس الشاکری	۳۱

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔

۲۔ فی کاپی Rs. 15/= کے حساب سے زر ضمانت روانہ کرنا ضروری ہے۔

۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

نرخ اشتہار

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر اندرونی صفحہ Rs. 40/=

۲۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر پشت پر رنگین صفحہ Rs. 50 /=

۳۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔

۴۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے

۵۔ انٹرنیٹ اور تعمیر حیات دونوں کا نرخ اشتہار فی کالم فی سینٹی میٹر Rs. 80/=

بیرون ملک کے نمائندے

مدینۃ منورہ
Mr. TARIQUE HASAN ASKARI
P.O.Box No. 3040
Mdina Munawwara(K.S.A)

برطانیہ
Dr.M.AKRAM NADWI
Oxford Center for Islamic Studies
George Street
Oxford Ox1 2AR

ساؤتھ افریقہ
Mr.M.YAHYA SALLO NADWI
P.O.Box No.388 Vereninging.(S.Africa)

قطر
Mr.ABDUL HAI NADWI
P.O.Box.No.10894, Doha-Qatar

دبئی
Mr.QARI ABDUL HAMEED NADWI
P.O.Box No.12525, Dubai(U.A.E)
Ph:No.3970927

پاکستان
Mr.ATAULLAH
Sector A-50 Near Sau Quater
H.No.109 Town Ship kaurangi
Karachi-31(Pakistan)

امریکہ
Dr.A.M.SIDDQUI
98-Conklin Ave.Woodmere
New York 11598(U.S.A)

اداریہ

شمس الحق ندوی

کردار کا جوہر

امت مسلمہ اس وقت طرح طرح کے مسائل سے دوچار اور خطرات سے گھری ہوئی ہے ہر سطح اور ہر موڑ پر اس کو مشکلات کا سامنا ہے اور یہ کوئی نئی بات نہیں ہے، تاریخ اسلام میں بار بار ایسے حالات پیش آتے رہے ہیں وہ جن کو روشنی سے بیر ہے اور روز اول سے اسلام کے خلاف برابر سازشیں کرتے رہے ہیں ایسی کہ قرآن نے ان کے مکر وسازش کو ان الفاظ میں ذکر کیا: وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ (سورہ ابراہیم:۴۶) (گو وہ تدبیریں ایسی غضب کی تھیں کہ ان سے پہاڑ بھی ٹل جائیں) جب قرآن مجید ان سازشوں کی حقیقت کو اس طرح بیان کرے تو کیا کہا جا سکتا ہے۔ کبھی کبھی تو ایسا محسوس ہونے لگا ہے کہ شاید اب اسکا چراغ گل ہو جائے گا، لیکن چونکہ اس امت کا وجود قیامت تک کے لئے رکھا گیا ہے لہذا اس کا سفینہ طوفانی موجوں میں گھر گھر کر ساحل سے ہمکنار ہوتا رہا ہے۔ ہر نازک گھڑی میں کچھ ایسے مردان کار سامنے آتے رہے ہیں جنھوں نے اپنی فراست مومنانہ، کردار قلندرانہ، حلم وصبر اور جوش کے بجائے ہوش سے کام لے کر خیر امت ہونے کی لاج رکھی ہے بگڑے بپھرے ہوؤں کو نہ صرف ٹھنڈا کیا ہے بلکہ ان کو اپنے اس کردار وگفتار سے جو اللہ کی برہان کا کام کرتا ہے اپنا اسیر بنالیا ہے۔

ع گفتار میں، کردار میں اللہ کی برہان

اگر ذرا غور وفکر سے کام لیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ایک مسلمان اپنی طبعی اور فطری ضرورتوں کے اعتبار سے تو عام انسانوں کی حیثیت رکھتا ہے ان تمام حالات سے بھی دوچار ہوتا ہے جن سے دوسرے انسانوں کو گذرنا پڑتا ہے، خلاصہ یہ کہ وہ اپنے وجود انسانی میں قانون طبعی کا ویسا ہی پابند ہے جیسے اس کے مثل اور دوسرے انسان! انقلاب زمانہ اور حوادث روزگار اس کے ساتھ کوئی رعایت نہیں برت سکتے، محض اس لئے کہ اس کا مسلمانوں کا نام ہے اور اس کا تعلق کسی خاص نسل سے ہے، بہر حال بندۂ مومن کو بحیثیت انسان کے ان تمام طبعی مراحل ومشکلات سے گذرنا پڑے گا جن سے دوسرے انسان گذرتے ہیں۔

لیکن بندۂ مومن دوسرے انسانوں سے اس اعتبار سے بہت ممتاز بلکہ باعث رشک ہے کہ جب وہ ان مشکلات وپریشانیوں میں صبر وتحمل اور حلم وعفو سے کام لیتا ہے اور اس کو اپنے مالک کی طرف سے سمجھتا ہے جو اس کی حکمت بالغہ وخفیہ کی وجہ سے پیش آرہا ہے تو اس پر اس کو نہ صرف یہ کہ اگلی دنیا کا اجر وثواب ملتا ہے بلکہ اس دار فانی میں بھی اس کو سکون قلب اور اطمینان حاصل ہوتا ہے، جس کو قرآن مجید نے اس طرح بیان کیا ہے:

اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ كَمَا تَاْلَمُوْنَ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ (سورہ نساء:۱۰۴) اگر تم بے آرام ہوتے تو جس طرح تم بے آرام ہوتے ہو اسی طرح وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں، اور تم خدا سے ایسی ایسی امیدیں رکھتے ہو جو وہ نہیں رکھ سکتے۔

اور اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (سورہ رعد:۲۵) اور سن رکھو خدا کی یاد سے دل آرام پاتے ہیں۔

یہ ذکر صرف بندۂ مومن ہی کو حاصل ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مسلمان دو حیثیتوں میں بٹا ہوا ہے اس کی ایک حیثیت تو وجود انسانی کی ہے اور دوسری حیثیت وجود ایمانی کی ہے۔

اس کی دوسری حیثیت یعنی وجود ایمانی اپنے اندر ایک پیام رکھتا ہے، جو انبیاء کا پیام ہے بندۂ مومن کا یہ وجود ایمانی اس کو دنیا کے تمام انسانوں سے ممتاز کردیتا ہے، ایک مسلم کی توحید خالص اسے بندۂ انسان اور بندۂ مال وزر ہونے سے علحدہ کردیتی ہے۔ اس کی آفاقیت وانسانیت، وطن پرستی اور رنگ ونسل کے امتیاز کی جڑ کاٹ دیتی ہے، وہ زندگی کا ایک پیام رکھتا ہے، اس کی زندگی کا مقصد اصلی یہی پیام ہوتا ہے۔ اسی کی خاطر جیتا ہے اور اسی کی خاطر مرتا ہے، زندگی کی قدریں خواہ بدل جائیں اور انسانی زندگی میں کتنا بڑا انقلاب کیوں نہ آجائے، لیکن اس کے اندر نہ کوئی تبدیلی ہوتی ہے اور نہ وہ خود اپنے آپ کو بدلتا ہے، اس مسلم کی مثال قرآن مجید نے اس طرح بیان کی ہے، كَشَجَرَةٍ طَيِّبَةٍ أَصْلُهَا ثَابِتٌ وَفَرْعُهَا فِي السَّمَاءِ (اس کی مثال ایسے درخت کی ہے جس کی جڑیں جمی ہوں اور شاخیں آسمانوں کو چھو رہی ہوں) اقبالؔ کے الفاظ میں:

نقطۂ پرکار حق مرد خدا کا یقین
اور یہ عالم تمام وہم وطلسم ومجاز

بندۂ مومن کی یہی شان امتیازی ہے جو اس کے اندر انسانیت کا درد اور پیار ومحبت کی جوت جگاتی ہے اور اس کو تعمیر انسانیت کی فکر میں سرگرداں اور بے چین رکھتی ہے، اقوام عالم میں تنہا اس امت کو یہ ذمہ داری سونپی گئی ہے کہ وہ احتساب کائنات کا فریضہ انجام دے۔ گرتوں کو اٹھائے، بگڑوں کو سدھارے اور ان کی بہیمی صفات کو ملکوتی صفات سے بدلنے کی کدوکاوش کرے۔ وہ حالات وزمانہ کے رُخ پر نہ چلے بلکہ قافلۂ انسانیت کو اسی رُخ پر چلانے کی فکر میں سرگرداں رہے، جس میں اس کی صلاح وفلاح کا راز پوشیدہ ہے، اور یہ اسی وقت ممکن ہے جب یہ خود اپنے آپ کو اس سانچہ میں ڈھال لے جس میں اس کا پہلا قافلہ ڈھلا ہوا تھا۔ وہ تربیتِ محمدی کا آئینہ دار تھا اور جس کے اخلاق وکردار نے ملکوں کو فتح کرنے سے پہلے دلوں کو فتح کرلیا تھا۔

اس وقت پوری انسانی دنیا جس کرب وبے چینی کے دور سے گذر رہی ہے اور وہ ظلمت وتاریکی کے ایسے اندھیرے میں گم ہے جس میں ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا ظُلُمَاتٌ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ إِذَا أَخْرَجَ يَدَهُ لَمْ يَكَدْ يَرَاهَا (سورۂ نور: ۴۰) غرض اندھیرے میں اندھیرے ہوں ایک پر ایک (چھایا ہوا جب اپنا ہاتھ نکالے تو کچھ نہ دیکھ سکے۔

دنیا نے اس وقت علوم وفنون میں ترقی کا جو رکارڈ قائم کیا ہے اس کا کبھی تصور اور خیال بھی نہیں کیا جاسکتا تھا بلکہ آنے والی دنیا کی راحت وآرام کا جب ذکر ہوتا اور وحی وزبان نبوت سے اس کی خوشخبری دی جاتی تھی تو اس کا مذاق اڑایا جاتا تھا۔ سوچنے کی بات ہے کہ جب پتلۂ خاک ترقی کر کے اس درجہ کو پہنچ سکتا ہے تو اس خالق کا وعدہ کیسے غلط ہوسکتا ہے، مگر ان ساری ترقیات میں چونکہ وہ عنصر شامل نہیں ہے جس سے یہ ترقیات رحمت بنتی ہیں، اس لئے یہ ساری ترقیات جو انسان کی راحت رسانی کے لئے تھیں اس کے لئے بلائے بے درماں بنی ہوئی ہیں۔ سب کچھ ہے لیکن سکون وچین نہیں ہے، انسان خود اپنے جیسے انسانوں کا شکاری بنا ہوا ہے، کچھ سعید روحیں جب سکون کی تلاش میں بے چین پھرتی ہیں تو ان کو ان تعلیمات میں سکون ملتا ہے جو ان کے رب نے ان کے لئے اپنے کلام پاک میں اپنے نبی کے ذریعہ سے اتاری ہیں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بے کم وکاست ان کو انسانوں تک نہ صرف پہنچایا ہے بلکہ ان کو برت کر اور عمل کرکے دکھایا ہے۔ وہ سعید روحیں جب ہر طرف سے آس توڑ کر ان کو پڑھتی ہیں اور ان کا مطالعہ کرتی ہے تو ان کو یہیں چین نظر آتا ہے اور اپنے کو انھیں تعلیمات کے حوالہ کردیتی ہیں یعنی اسلام قبول کرلیتی ہیں۔

اب اگر ہم مسلمان ان تعلیماتِ اسلامی کا اپنے اخلاق وکردار، رفتار وگفتار، معاملات وسلوک میں مظاہرہ کریں تو پھر کس تیزی کے ساتھ بھولی بھٹکی روحیں اس کی طرف بڑھیں گی، اس کا اندازہ نہیں لگایا جاسکتا۔

اس لئے ہماری یہ اولین ذمہ داری ہے کہ ہم ان تعلیمات کا عملی نمونہ پیش کریں جن کو کسی ایک مردِ مومن نے پیش کیا ہے تو ہزاروں لاکھوں انسانوں نے تاریکیوں سے نکل کر اس روشنی میں پناہ لی ہے کہ: ع

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

کاش کہ ایسا ہوتا:

یک حرف کاش کیست کہ صد جا نوشتہ ایم

حالات وواقعات بتاتے ہیں کہ انسانیت ابھی بالکل مردہ نہیں ہوئی ہے کچھ مخلص وباکردار لوگ انسانیت کی صدا لگائیں تو ان کی آواز صدا بصحرا نہیں ثابت ہوگی، مغربی تہذیب اور میڈیا کی حیا سوز، انسانیت سوز ...ریات نے خود غرضی ومفاد پرستی کو اس درجہ ...کو پہنچا دیا ہے جس نے سماجی وخاندانی نظام کو ...رف غلط کی طرح مٹا دیا ہے پھر سکون وچین ...لے تو کہاں سے! اسی لئے بے چین روحیں سکون کی تلاش میں اسلام کے شجر سایہ دار کی طرف بڑھ رہی ہیں جن کا ذکر میڈیا میں کم آتا ہے، لہٰذا ان ساری سازشوں اور اسلام دشمن منصوبوں کے باوجود ہمیں مایوسی کا شکار نہیں ہونا چاہئے بلکہ

ہوا ہے گو تند وتیز لیکن چراغ اپنا جلا رہا ہے
وہ مرد درویش کہ جس کو خدا نے دیئے ہیں انداز خسروانہ

...ل بیدار رہنا چاہئے کامیابی ونصرت خدا کے ہاتھ میں ہے، اور اس کی سنت یہی ہے کہ اپنے ...ن مخلص بندوں کی مدد فرماتا ہے۔

(بقیہ)
عربی زبان وادب کی اہمیت کیوں؟

...رباد پیش کرتے ہیں جو قرآنِ کریم کی مبارک ...زبان پر پُر جوش حملہ کے پیچھے چھپے ہوئے ...نتائج کو بے نقاب کرتی ہے، وہ فرماتے ہیں "کسی بھی قوم کی زبان جس وقت مٹتی ہے تو وہ قوم ذلت کا شکار ہوجاتی ہے، اور جب زبان زوال سے دوچار ہوجاتی ہے تو قوم کی قوم ...پستی وانحطاط کے گڑھے میں جا گرتی ہے اور ...یہی وہ سخت ترین مرحلہ ہوجاتا ہے کہ جہاں ...ایک اجنبی حملہ آور اپنی زبان کو مغلوب قوم پر مسلط کرتا اور زبردستی لادتا ہے، اس کی ...بے جا عظمت کا احساس پیدا کرنے کی کوشش کرتا ہے اتنا ہی نہیں بلکہ وہ ایک تیر سے کئی ...شکار کرلیتا ہے۔

(۱) ان کی زبان کو اپنی زبان کے اندر ہمیشہ کے لئے قید کردیتا ہے (۲) ان کے ماضی کو کھرچ کر اور طاقِ نسیان پر رکھ دیتا ہے۔

(۳) ان کے مستقبل کو خود ساختہ بندشوں میں جکڑ کر مسخ اور تبدیل کردیتا ہے، اب نتیجہ (سنگین) یہ ہوتا ہے کہ ان کا ہر ایک معاملہ اُس غالب قوم کے تابع اور ماتحت ہوکر رہ جاتا ہے تو..................

..........اے مسلمانو! قبل اس کے کہ تم پر کوئی ایسی ناگہانی آفت ٹوٹ پڑے اور پچھتانے کا موقع تک پھر تمہیں نہ مل سکے اور نہ کفِ افسوس ملنا فائدہ دے سکے خدا کے لئے جاگ جاؤ، بیدار ہوجاؤ!

(بشکریہ ماہانہ مجلّہ "البعث الاسلامی" لکھنؤ)

قلب میں سوز نہیں روح میں احساس نہیں
کچھ بھی پیغام محمدؐ کا تمہیں پاس نہیں
اقبالؔ

دور حاضر کا اہم سوال

معصوم بچوں کو کفر وشرک سے کیسے بچایا جائے؟
اگر آپ واقعی فکرمند ہیں کہ آپ کے بچے کفر وشرک کے قریب نہ جائیں اور شروع ہی سے ان معصوم بچوں کے ذہنوں میں ایمان واسلام کی تخم ریزی ہو، اور اللہ ورسول کی محبت وعظمت ان کے دلوں میں بیٹھ جائے تو آج ہی آپ ——
حکیم شرافت حسین صاحب رحیم آبادی
کا تیار کردہ نصاب تعلیم مکتبہ دین ودانش مکارم نگر لکھنؤ سے حاصل کیجئے۔
اس کامیاب نصاب تعلیم کی شہادت اپنے وقت کے بڑے بڑے علماء کرام نے دی ہے، اندرون اور بیرون ملک کے ہزاروں مکاتب اور مدارس نے اپنے کورس میں اسے شامل کیا ہے۔ کتابوں کی مفصل فہرست کتب اور معلومات مکتبہ سے حاصل کیجئے۔
مکمل اٹھارہ کتابوں کے سیٹ کی رعایتی قیمت صرف ایک سو روپئے ڈاک خرچ 48 روپے
مکتبہ دین ودانش، مکارم نگر، لکھنؤ
فون نمبر 0522-327970

دور حاضر کی ایک مستند اور اہم تفسیر
تفسیر ماجدی
مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کا وہ علمی کارنامہ جس کو مشاہیر علماء نے متفقہ طور پر خراج عقیدت پیش کیا ہے، ہزارہا طلبہ اور اساتذہ اس کے مطالعہ کے لئے بے چین رہتے ہیں، مجلس تحقیقات ونشریات اسلام کی طرف سے یہ علمی شاہکار منظر عام پر آرہا ہے۔ اب تک تین جلدیں شائع ہوچکی ہیں، انشاء اللہ چوتھی جلد پر تفسیر مکمل ہوجائے گی۔
جلد اول ہدیہ ________ ۳۰۰/ روپے
جلد دوم ہدیہ ________ ۲۰۰/ روپے
جلد سوم ہدیہ ________ ۱۸۰/ روپے
ناشر مجلس تحقیقات ونشریات اسلام ندوہ، لکھنؤ

دینی حکومت اور لادینی حکومت میں فرق

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ

لادینی حکومتیں دراصل ایک ترقی یافتہ منظم اور محفوظ تجارتی ادارے ہیں، یہ حکومتیں بنیادی واصولی طور پر نفع پہونچانے کے لئے نہیں بلکہ اٹھانے کے لئے قائم ہوتی ہیں، وہ سرے سے کوئی اخلاقی پیغام اور اصلاحی مقصد نہیں رکھتیں نہ ان کے پیش نظر ملک یا قوم کی اخلاقی و روحانی ترقی، انسانوں کی ہدایت اور انسانیت کی حقیقی خدمت و بہبود ہوتی ہے، قدرتی طور پر ان کی اصل توجہ آمدنی کے ابواب نفع اٹھانے کی تدابیر اور سرکاری محاصل و مطالبات کی طرف ہوتی ہے، اس غرض کے لئے وہ بے تکلف اخلاق و شرافت کے اصول کو نظر انداز کر دیتی اور اخلاقی تعلیمات و مصالح کو پس پشت ڈال دیتی ہیں جہاں کہیں اخلاقیات و مالیات کا تصادم ہوتا ہے وہاں وہ ہمیشہ مالیات کو ترجیح دیتی ہیں، ہر مسئلہ میں ان کا نقطۂ نظر معاشی و اقتصادی ہوتا ہے۔ اس طرز کی حکومتیں بد اخلاقی و بے حیائی کی بہت سی قسموں کو کچھ قانونی قیود کے ساتھ (جو جرائم کا سدباب نہیں کرتی۔ بلکہ ان کو صرف نظم وضابطہ میں لے آتے ہیں) جائز قرار دیتی ہیں، عصمت فروشی کا پیشہ ان کی حکومت میں قانوناً جائز ہوتا ہے، وہ خود وسیع پیمانہ پر اور منظم طریقہ پر سودی کاروبار کرتی ہیں، مہذب ناموں سے جوئے کی اجازت ہوتی ہے، ناموں کی تبدیلی اور بعض ایسے قیود کے ساتھ جو حکومت کے مفاد کو محفوظ رکھتے ہیں بہت سے اخلاقی جرائم جائز ہوتے ہیں، شراب کی نہ صرف اجازت ہوتی ہے بلکہ حکومت بعض اوقات اس کی تجارت اپنے ہاتھ میں رکھتی ہے اور اس کے خلاف جد وجہد کرنے والے کو سزا دیتی ہے، سینما اور فلم سازی کی صنعت جو اپنی موجودہ روح اور شکل میں ام الجرائم اور قوم میں بد اخلاقی کا رجحان اور شہوانی میلان پیدا کرنے کی سب سے بڑھ کر ذمہ دار ہے، حکومت کی آمدنی کا بہت بڑا ذریعہ سمجھی جاتی ہے، اور اس کے اخلاقی نقصانات کو جانتے اور دیکھتے ہوئے بھی حکومت اس کو روک نہیں سکتی، ریڈیو کا سرکاری محکمہ قوم کی اخلاقی رہنمائی اور تربیت کے بجائے داروغۂ ارباب نشاط کی خدمت انجام دیتا ہے، اور قوم میں سنجیدگی اور صحیح ذوق پیدا کرنے کے بجائے اس کے فاسد ذوق اور سطحی رجحانات کا ساتھ دیتا ہے بلکہ اپنے پروگرام سے تفریحی رجحان پیدا کرتا ہے، اور تعلیم و تربیت کا ذریعہ بننے کے بجائے آلۂ تفریح بن کر رہ جاتا ہے، قانون مطابع اور حکومت کا محکمۂ احتساب جہاں سیاسیات وانتظامیات میں نہایت ذکی الحس، خورد بین اور سخت گیر ہوتا ہے۔ اور کسی ادنیٰ تنقید کو بھی بعض اوقات گوارا نہیں کرتا۔ وہاں اخلاقیات کے بارے میں نہایت فراخ دل، فیاض اور بے نیاز واقع ہوتا ہے، غیر ذمہ دار اخبار نویس اور فحش نگار ادیب اور افسانہ نگار اپنے حقیر مادی فوائد کے لئے قوم میں اخلاقی طاعون پھیلاتے ہیں، لیکن جب تک پانی سر سے نہ گزر جائے حکومت کی مشین متحرک نہیں ہوتی، اس طرز حکومت میں اخلاق کے ساتھ قوم کی صحت بھی محفوظ نہیں رہتی، بعض تجارتی ادارے اپنے مضر صحت مصنوعات سے اہل ملک کی صحت کو مسلسل نقصان پہونچاتے رہتے ہیں اور نسلوں کو کمزور و بیمار بناتے رہتے ہیں لیکن حکام کو رشوت دیکر یا خکومتی قومی اداروں کو گراں قدر مالی امداد پہنچا کر حکومت کے عتاب احتساب سے بچتے رہتے ہیں، یہ سب اس لئے ہوتا ہے کہ حکومت کا نقطۂ نظر اور اس کا فکری محور اصول و اخلاق، ہدایت و اصلاح نہیں بلکہ مالی منفعت اور ظاہری خوشحالی ہے۔

اس طرز سیاست کا لازمی نتیجہ ہے کہ اہل ملک کے اخلاق روز بروز پست ہوتے چلے جائیں اور ایک خطرناک اخلاقی انحطاط اور اخلاقی امراض رونما ہوں، اور پوری قوم میں اور اس کے ہر طبقہ میں تاجرانہ ذہنیت اور نفع اندوزی اور موقع پرستی کی ذہنیت پیدا ہو جائے اور ایک عام لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم ہو، ہر شخص دوسرے کو زیادہ سے زیادہ لوٹنے کی کوشش کرے اور اصول و اخلاق کا مسئلہ بالکل نگاہوں سے اوجھل ہو جائے۔

اس کے برخلاف جو حکومتیں منہاج نبوت پر قائم ہوتی ہیں ان کی بنیاد تجارت کے بجائے ہدایت پر ہوتی ہے خلیفۃ المسلمین حضرت عمر بن عبدالعزیز نے اپنے ایک عامل سے (جس نے ان کے طرز حکومت کی وجہ سے

...نی کی تخفیف اور حکومت کے مالی نقصان کی شکایت کی تھی) فرمایا کہ "محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے تحصیلدار اور محصل بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے" اس مختصر سے جملہ میں دینی حکومت کا پورا اصول سیاست اور طرز حکمرانی آ گیا۔

دینی حکومت کی بڑی توجہ جمہور کے ...ب و اخلاق اور ان کے اخروی نفع و ضرر ...ف ہوتی ہے۔ اس کا اصل کام خراج اور ...اصل کی تحصیل وصول اور آمدنی کا اضافہ نہیں ...ہے یہ سب چیزیں بالکل ضمنی اور ثانوی ...ہیں اور محض اصلاحی و دینی مقاصد کی تکمیل اور انتظام حکومت کے آلۂ کار کے طور پر ...ہیں، وہ تمام سیاسی و مالی امور میں دینی نقطۂ نظر سے غور کرتی ہے، دینی اور اخلاقی اصول و مبادی کو مادی فوائد و مصالح پر مقدم رکھتی ہے۔ اس کے حدود حکومت میں سود، شراب، زنا، فسق و فجور، بے حیائی کی ...تمیں اور اس کے تمام محرکات و ترغیبات اور ایسے مالی معاملات جن سے انفرادی نفع اور اجتماعی مضرت ہو، ممنوع اور خلاف قانون ہوتے ہیں۔ اگرچہ اس کی وجہ سے عظیم الشان ...خسارہ برداشت کرنا پڑے اور حکومت کو وسیع آمدنی سے محروم ہونا پڑے، وہ مختلف ...قسم کی اصلاحات نافذ کرتی ہے، اس کو صرف قوم کے افعال و اعمال ہی سے تعلق نہیں ہوتا بلکہ اس کے رجحانات اور ذہنیت پر بھی اس کی نگاہ ہوتی ہے اس لئے کہ اخلاقی رجحانات ہی افعال و اعمال کو وجود میں لاتے ہیں، اگر رجحان درست نہ ہو تو اعمال و افعال کی اصلاح اور جرائم اور بد اخلاقیوں کا سدباب کسی طرح ممکن نہیں۔ اس لئے وہ ان تمام چیزوں پر پابندی عائد کرتی ہے جو قوم میں بد اخلاقی قانون شکنی اور نفس پرستی اور عشرت پسندی کا رجحان پیدا کرتی ہیں اور ان تمام اشخاص کو مجرم اور ملک کا دشمن گردانتی ہے جو لوگوں میں بے حیائی اور معصیت پسندی پیدا کرتے ہیں خواہ وہ اہل فن ہو یا تاجر یا اہل حرفہ، اس کو قیام امن و انتظام سلطنت کے ساتھ ساتھ اخلاقی نگرانی اور تہذیب نفس کا بھی پورا پورا اہتمام ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اس کی حیثیت صرف پولیس اور چوکیدار کی نہیں ہوتی، بلکہ ایک شفیق مربی اور اتالیق کی بھی ہوتی ہے۔

اس نوع کی حکومت کا طبعی نتیجہ وہی ہے جو قرآن مجید میں مہاجرین اولین کے تذکرہ میں ایک پیشین گوئی کے طور پر ذکر کیا گیا ہے۔

اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ ۭ وَلِلّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ (الحج: ٦)

یہ (مظلوم) مسلمان وہ ہیں کہ اگر ہم نے زمین میں انھیں صاحب اقتدار کر دیا (یعنی ان کا حکم چلنے لگا) تو وہ نماز کا نظم قائم کریں گے، زکوٰۃ کی ادائیگی میں سرگرم ہوں گے، نیکیوں کا حکم دیں گے اور برائیاں روکیں گے، اور تمام باتوں کا انجام کار اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔

وقت کی قدر و قیمت

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ وقت کو پیچھے سے مت پکڑو بلکہ اسے آگے سے روک کر اس پر قابو پانے کی کوشش کرو۔

افلاطون نے کہا کہ وقت ایک ایسی چیز ہے جس میں محنت کے بغیر کچھ نہیں پیدا ہوتا۔

مولانا روم نے کہا کہ وقت ہمارے پاس اس طرح آتا ہے جس طرح دوست بھیس بدل کر اور تحفے لے کر آتا ہے ہم اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو وہ چپ چاپ اپنے تحفوں کے ساتھ واپس چلا جاتا ہے۔

فیثا غورث نے کہا کہ وقت روئی کے گالوں کی طرح ہے عقل و حکمت کے چرخے میں کات کر اس سے قیمتی کپڑا بنا لو ورنہ جہالت کی آندھی اسے اڑا کر دور پھینک دے گی

اسلامی بیداری میں

علامہ شبلی نعمانیؒ کا حصہ

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

علامہ شبلی نعمانیؒ برصغیر ہند و پاک کی ایک غیر معمولی شخصیت تھے، ان کی اہم ترین خصوصیات میں ملت اسلامیہ کی موجودہ پسماندگی سے بے چینی، ملت کے شاندار ماضی کی یاد اور اس کی بحالی کے لئے کچھ نہ کچھ کر ڈالنے کا جذبہ، اور زمانہ کے قدیم و جدید کے درمیان ایک متوازن ربط پیدا کرنے کی خواہش موجزن تھی جس کو انھوں نے اپنے مؤثر اور بلیغ شعر و نثر میں ظاہر کیا ہے۔

ان کی ساری تصانیف اور ساری منظومات اس کی آئینہ دار ہیں کہ وہ ایک طرف علم و ہنر کے میدان میں یورپ کی ترقی اور طاقت و سیاست میں اس کی برتری کو اس کی پوری آن بان کی حالت میں دیکھ رہے تھے، اور دوسری طرف وہ مشرق کی تمدنی بے بضاعتی اور علمی کم مائگی اور سیاست و طاقت میں پسماندگی کو دیکھ رہے تھے پھر اس پر مستزاد یورپین اہل علم کی ان علمی کاوشوں کو بھی دیکھ رہے تھے، جو اسلام اور مسلمانوں کے شاندار ماضی کو بگاڑ کر پیش کرنے کو اپنا وطیرہ بنائے ہوئے تھیں۔ ان حالات کے صحیح احساس و شعور نے علامہ کو ایک طرف مسلمانوں کو چشم بصیرت وا کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ اور اس کے لئے انھوں نے اپنی ادبی و علمی صلاحیتوں کو صرف کرنے پر آمادہ کیا۔ اور یہی احساس و شعور تھا جس نے ان کو علی گڑھ سے نکل کر ندوہ کی تحریک کو اپنا نصب العین بنا لینے اور اس کے لئے اپنے وقت کو صرف کرنے پر لگا دیا، تاکہ مسلمانوں کے لئے جامع تعلیم کی ایک ایسی صورت بن سکے جس سے مسلمانوں کے ماضی کے اعلیٰ سرمایۂ علمی کے ساتھ جدید علمی ترقی کی صلاحیت کے آدمی تیار ہو سکیں۔

علامہ شبلیؒ نے مسلمانوں کے جامع تعلیمی منصوبے کو بروئے کار لانے کے لئے جس فکرمندی اور عملی کاوش سے کام لیا۔ اس نے اس میدان کار میں خاصا اثر پیدا کیا، اور فائدہ پہونچایا اور اس راہ میں ان کے متعدد غیر معمولی صلاحیت کے شاگرد تیار ہوئے جنھوں نے ان کے مشن کو آگے بڑھایا اور کام انجام دیا۔

دوسری طرف علامہ نے اپنی تصنیفات اور منظومات سے علم قدیم و علم جدید کے حلقوں کو بھی قیمتی سرمایہ مہیا کیا، خاص طور پر تاریخ کے راستہ سے انھوں نے مسلمانوں کے ماضی کی سربلندی اور ان علوم میں ان کی جدت و مہارت کا تعارف کرایا اور اس طریقہ سے مسلمانوں میں مغرب کی ترقی و تفوق کو دیکھ دیکھ کر جو احساس کمتری اور پست ہمتی پیدا ہو رہی تھی اس کا خاصا ازالہ کیا۔ انھوں نے مغربی مصنفین کی تحریروں کے ذریعہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو غلط فہمیاں پیدا کی گئیں تھیں یا کی جا رہی تھیں۔ ان کا عالمانہ طریقہ سے ابطال کیا، کتب خانہ اسکندریہ کے سلسلہ میں مسلمانوں کی علم دوستی کو جو مجروح کیا گیا تھا اس کی حقیقت واشگاف کی، ان باتوں کا یہ غیر معمولی اثر پڑا کہ کالج میں پڑھنے والے مسلم طلباء کے پژمردہ دلوں میں جان پڑ گئی۔ اور وہ مولانا کے مضمون کے حوالہ سے فخر کرتے کہ اسلام اور مسلمانوں پر مغربی مستشرقین کا الزام جھوٹا ہے اور اس کا جھوٹ اس علمی تحقیق سے ثابت ہے۔

علامہ مرحوم نے "المامون" لکھ کر مسلمانوں کی سیاسی و تمدنی و علمی عظمت و ترقی کو نمایاں کیا اور "الفاروق" لکھ کر مسلمانوں کے دلوں میں اپنے شاندار ماضی پر فخر کرنے اور حوصلہ مندی کے جذبات پیدا کرنے کا کام لیا۔ علامہؒ کے عظیم شاگرد مولانا سید سلیمان ندویؒ حیات شبلی میں لکھتے ہیں:

"ہندوستان میں مسلمانوں کے خلاف انگریز مؤرخوں نے سیاسی اغراض کی خاطر ہندوؤں پر عالمگیر کے مفروضہ مظالم کی تشہیر کی کہ خود مسلمانوں کو بھی اس کا یقین آگیا، اور پھر ہندوؤں میں جادوناتھ سرکار جیسے محقق پیدا ہو گئے۔ جنھوں نے عالمگیر کو اس بنا پر کہ وہ اکبر کے بعد ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے تخیل کو دوبارہ زندہ کرنا چاہتا تھا۔ ہر الزام کا مورد بنایا۔ اس وقت سارے ہندوستان میں صرف مولانا شبلی ہی کا قلم تھا جو نیام سے باہر آیا اور تمام اعتراضات کے مفصل جوابات دیئے، اب بھی اس باب میں ان کی کتاب "اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر" بے مثال تصنیف ہے اور متعدد زبانوں میں ترجمہ ہو چکی ہے۔ اسی طرح مسلمان بادشاہوں کے علمی و تمدنی کارناموں کو پوری آب و تاب سے بڑی عرق ریزی اور جانفشانی سے جمع کیا۔ اور ان کو شائع کیا، اسلامی کتب خانے، اسلامی شفاخانے، ہندوستان پر اسلامی حکومت کے اثرات، تزک جہانگیری وغیرہ اسی قسم کے مضامین ہیں، یہ کہنا بہت آسان ہے اور ایک حد تک سچ بھی ہے، یہ سلاطین مسلمان ضرور تھے، مگر اسلام یا اسلامی طرز حکومت کے تمام تر نمائندے نہ تھے اس لئے ان پر اعتراضات کرنے سے اصل اسلام پر زد نہیں پڑتی۔ لیکن اسلام کے ۱۳۶۱ برسوں کے اندر مسلمان بادشاہوں اور اسلامی حکومتوں نے اپنے مسلمان ہونے کا کوئی پاک اثر اگر ظاہر نہیں کیا تو اسلام کی بے تاثیری کی دلیل اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی"۔

اسلامی طرز حکومت کی صحیح تصویر کے لئے انھوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی حیات مبارکہ کا انتخاب کیا۔ اور حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے اپنی تلاش و محنت اور اپنی نکتہ سنجی اور دقیقہ رسی سے عہد حال کے اقتضاء کے مطابق یہ تصویر ایسی عمدہ کھینچی کہ دیکھنے والوں کی زبان سے بے ساختہ سبحان اللہ اور ماشاء اللہ نکل گیا، انھوں نے دنیا کی تاریخوں کو چیلنج دیا کہ اس شبیہ مبارک کی مثال اگر اس کے ارتاج میں ہے تو پیش کرے۔

آج کل کی سیاسی و اقتصادی تحریکات کے انقلابی دور میں یہ سوال سامنے آتا ہے کہ اسلام کا سیاسی و اقتصادی نظام کیا ہے ڈھونڈھنے والے ڈھونڈھ رہے ہیں اور لکھنے والے لکھ رہے ہیں، لیکن اہل نظر جانتے ہیں کہ اس کام کا مسالہ ان کو کہاں سے ہاتھ آرہا ہے؟ "الفاروق" سے! اس سے یہ معلوم ہوگا کہ ان کی دوربین نگاہ نے اس ضرورت کا پہلے ہی احساس کر لیا تھا۔

"الفاروق" کی نسبت یہ کہنا سچ ہے کہ اس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی روحانی زندگی کا خاکہ پوری طرح نہیں ابھارا گیا ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ خاکہ تو ہماری قدیم کتابوں میں بحمد اللہ پوری طرح موجود ہے۔ مصنف نے اس گوشہ کو اجاگر کیا ہے جو دنیا کی نگاہوں سے پوشیدہ تھا۔ اور جس کی ضرورت ان کے عہد میں بہت شدید تھی، چنانچہ یہ اعتراف ناگزیر ہے کہ "الفاروق" نے کتنے گرتوں کو تھام لیا اور کتنے دلوں میں اسلام کا بیج بو دیا، اسی طرح اس میں بعض اغلاط کا وجود اور بعض جوابی نظریوں کی کمزوری بھی مصنف کی بشریت کی حامل ہے العصمة الله وحده

تاریخی مسائل کی تحقیقات کا جو معیار یورپ نے قائم کیا ہے اور یورپ کے مستشرقین جس وسعت نظر، جستجو اور نادر کتابوں کے مطالعہ اور نامعلوم گوشوں سے اہم نتائج کی تلاش کرتے ہیں، مولانا نے اپنی اس تصنیف اور دوسری تصانیف اور اپنے تمام مضامین میں اس کا بہترین نمونہ پیش کیا، جن کی مدح و ستائش کا اعتراف خود یورپ کے مستشرقین نے علی الاعلان کیا، اور اس طرح اسلام کی بلندی کا جھنڈا جس کو وہ جھکا دینا چاہتے تھے، مولانا کے دست بازو نے اس کو علی حالہ بلند رکھا اور اس کے لئے وہ ساری دنیائے اسلام کے شکریہ کے مستحق ہیں،

عیسائی مدت سے کوشاں ہیں کہ وہ قرآن حکیم کو محرف ثابت کر سکیں اس کے لئے وہ طرح طرح کی تدلیس اور دسیسہ کاری کیا کرتے ہیں، جس سال انھوں نے وفات پائی۔ اسی سال اپریل ۱۹۱۴ء میں لندن سے ایک غلغلہ بلند ہوا کہ کیمبرج یونیورسٹی کے لائبریرین ڈاکٹر منگانا نے لائبریری کے ایک گوشہ میں قرآن پاک کا ایک پرانا نسخہ پایا ہے جو موجودہ قرآن سے بہت مختلف ہے ڈاکٹر منگانا نے اس کی پوری تشہیر کی، چنانچہ ۲۵ اپریل ۱۹۱۴ء کو ٹائمز آف لندن نے اس پر ایک آرٹیکل لکھا اور بڑے دعوئ سے اس کا اعلان کیا، اس اعلان کے مقابلہ کے لئے بھی مولانا ہی کا قلم میدان میں آیا، اور متعدد مضامین میں اس کا جواب دیا اور اس تحقیق کا سارا تار و پود بکھیر دیا

اس زمانہ میں علماء جو کچھ لکھتے تھے وہ عربی یا فارسی میں، مولانا نے بھی علی گڑھ آنے سے پہلے تک "اسکات المعتدی" عربی میں لکھی، فارسی نامے بڑی کوشش سے لکھتے تھے، صرف ایک رسالہ "قرأۃ فاتحہ خلف الامام" کے رد میں اردو میں لکھا، مگر اس کو اپنے نام سے نہیں چھپوایا، لیکن جس طرح ہمارے علماء کرام نے زمانہ کی زبان بدلنے کے ساتھ عربی کی جگہ مفید عام تالیفات فارسی میں شروع کر دیں اور پھر فارسی کا چلن بدلنے پر حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب دہلوی، حضرت مولانا شاہ عبد القادر صاحب، دہلوی و حضرت مولانا اسمٰعیل شہید رحمہم اللہ تعالیٰ نے اردو میں تالیف شروع کی، مولانا نے بھی عربی اور فارسی کو چھوڑ کر اردو کی طرف توجہ فرمائی اور اس زبان کو جس کی نسبت بطور معذرت سیر النعمان میں یوں فرماتے ہیں ؎

"حرف بہ اردو زدن آئین نہ بود"

اپنی نکتہ سنجیوں اور خوش بیانیوں سے یہ عروج بخشا کہ علمائے زمانہ کے لئے اس میں لکھنا پڑھنا مطلق عار نہ رہا اور بے شمار کتابیں ان کے قلم سے اس زبان میں تالیف پائیں، اس سے آگے بڑھ کر یہ کہ اس میں بعض علمائے اسلام نے بھی کتابیں لکھیں جو اپنی ہدایات و افادیت اور مضامین کی بلندی و ندرت کے لحاظ سے قابل قدر ہیں، مگر بیان کے اشکال، تعبیر کی دقت، علمی وفنی اصطلاحات کی کثرت اور فلسفیانہ طرز بیان کے تتبع کے سبب سے عوام تو عوام بہت سے خواص کے دسترس سے بھی وہ باہر ہیں، مولانا نے اپنے لئے بیان کی سہولت، عبارت کی روانی، ترتیب کی خوبی، عام فہم الفاظ کے انتخاب اور تشبیہ واستعارہ کی عمدگی سے وہ طرز نکالا کہ ان کی کتابیں ادب وانشاء کا اعلیٰ نمونہ قرار پائیں، اور تعلیم یافتہ تو تعلیم یافتہ حضرات علماء کو بھی بالآخر اس کی تقلید سے چارہ نہ رہا اور اب تو وہ علمی و مذہبی علوم کی ٹکسالی زبان بن گئی ہے۔

اس موضوع پر ایک اور رخ سے نظر کیجئے، اس وقت حضرات علماء جس قسم کے مضامین پر رسائل تالیف فرما رہے تھے وہ دو تین موضوعوں سے باہر نہ تھے، تصوف و فقہ کے اخلاقی مسائل کی تحقیق یا فرق باطلہ کی تردید مولانا نے جب اس میدان میں قدم رکھا، اس محدود رقبہ کو وسیع سے وسیع تر کردیا، تاریخی فقہی، تمدنی، ادبی، علمی، فلسفی، سیاسی غرض ہر نوع سخن میں وہ گلباری کی کہ ساری زمین قسم قسم کے پھولوں سے پر بہار ہوگئی، اور اب اس کی تقلید میں علماء کی تحریریں اور تالیفیں بحمد اللہ اپنی وسعت روز بروز بڑھا رہی ہیں۔

اس موضوع کا ایک اور گوشہ بھی پردہ کشائی کا محتاج ہے، علماء کرام کا بڑا مشغلہ اس عہد میں مناظرہ تھا۔ اور اس وقت علم کلام کا گویا یہی طرز سخنوری تھا، بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے اپنی تالیف کے لئے اس کوچہ کو اختیار نہیں کیا، مگر غور سے دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ ان کی ساری عمر اسی مولویانہ مناظرہ ہی میں گذر گئی۔ اس وقت خصوصیت کے ساتھ چار فریقوں میں مناظرے جاری تھے، حنفی اور اہل حدیث سنی اور شیعہ، مسلمان اور عیسائی مسلمان اور آریہ، اب ذرا مولانا کی تالیفات پر نظر ڈالئے بقول انہی کے ؎

گرچہ سرد برگ سخن دیگرست
شمع ہمان ست ولگن دیر گست

انھوں نے مناظرہ کی بدنما شکل کو بدل دیا اور احقاق حق اور ازہاق باطل کے لئے زمانہ کے مطابق ایک اور دلنشیں شکل پیدا کردی ان کی سب سے پہلی کتاب "سیرۃ النعمان" کا موضوع کیا حنفی اور اہل حدیث کا مناظرہ نہیں؟ ان کی دوسری کتاب "الفاروق" کیا شیعہ سنی مباحث کا فیصلہ نہیں؟ ان کی باقی کلامی و تاریخی کتابیں کیا عیسائی مشنریوں اور مستشرقین اور ہندو معترضوں کے جواب میں نہیں؟ لیکن بات یہ ہے کہ قدیم مناظرانہ قیل وقال کا طریق، حریفانہ تعصبات، جوابی الزامات، بدنما طعن، سوء تعبیر اور ناسزا سب وشتم سے اتنا بدنما ہوگیا تھا کہ اس نے تاثیر وتاثر اور قبول حق کی ساری صلاحیت اپنے اندر سے کھودی تھی حالانکہ احقاق حق اور ازہاق باطل ہمیشہ سے اہل حق کا شیوہ رہا ہے، اور کوئی زمانہ اس سے خالی نہیں رہ سکتا اس لئے مولانا کی ژرف نگاہی نے لڑائی کے میدان کو نہیں بلکہ جنگ کے نقشہ کو بدل دیا۔ انھوں نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ ردّ الزام اور ردّ جواب کے بجائے اپنے ہی دعووں کو ایسے دلنشیں، دلچسپ اور محققانہ طریق استدلال سے بیان کیا جائے کہ بیان کی ندرت، طریق تعبیر کی سنجیدگی اور دلائل کی قوت حریف کو جواب کے قابل ہی نہ رکھے، چنانچہ "سیرۃ النعمان" اور "الفاروق" اور "الجزیہ" وغیرہ کے جواب میں جواب دینے والوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا، مگر پھر بھی وہ اپنی جگہ پر رہیں اور ان سے بڑا فیض پہونچا اور علماء نے بھی اس انداز پر کتابیں لکھنی شروع کردیں، جو مفید حال ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی نے اپنے عہد میں جو متعدد مشکلات شکوک وشبہات، پست ہمتی اور اعتراضات کا عہد تھا۔ انگریزوں کی سخت گیر اور معاندانہ نگرانی وحکومت تھی، اور مسلمانوں کی شکست خوردگی اور بدحالی تھی، بڑی ہمت سے کام لیا اور ایسا بلند تخیل اپنایا اور اس کے لئے اپنی ذہنی اور علمی توانائیاں صرف کیں جو صرف دوررس ہی نہ تھیں بلکہ نتیجہ خیز تھیں، آج ندوۃ العلماء کے تعلیمی تخیل اور نظام میں دار المصنفین کے تیار کردہ اہم تاریخی اور کلامی سرمایہ علمی میں اور ان تصنیفات میں جو خود علامہ نے تیار کیں اور ان کے عظیم شاگردوں نے اس نہج پر تیار کیں، علامہ کے تخیل کے عمل دخل کو دیکھا جاسکتا ہے وہ بلاشبہ برصغیر میں اسلامی نشاۃ ثانیہ کے ایک بڑے کاربرداز اور قائد تھے۔ جن کے ذریعہ اسی عہد سے اسلامی بیداری کے اثرات ظاہر ہونے شروع ہوئے۔

عربی زبان وادب کی اہمیت کیوں؟

تحریر: ڈاکٹر محمد سید علی بلاسی —— ترجمہ: محمد کلیم الدین کاشفی ندوی

ذیل کا مضمون اگرچہ عربی زبان وادب سے متعلق ہے لیکن حقیقتاً اسلامی اصول واقدار بلکہ تمام دینی احکامات اسی کے مرہون منت ہیں، اس لئے کہ وہی دین کا اصلی سرچشمہ ہے جو اسی زبان میں قرآن حدیث کی شکل میں موجود ہے، اس لئے دشمنانِ اسلام کی یہ پوری کوشش رہی ہے کہ عربی زبان اور رسم الخط کو ختم کردیا جائے تو اسلام کا اصل سرچشمہ قرآن وحدیث بے معنی ہوکر رہ جائے گا۔ مسلمان دوسری قوموں میں ضم ہوکر رہ جائیں گے۔ مضمون میں بعض ایسی مثالیں اور واقعات بھی بیان کئے گئے ہیں جو ہمارے کھاتے پیتے مسلمانوں کے دین کے ساتھ اس سلوک کی عکاسی کرتے ہیں کہ وہ جب اپنے بچوں کو قرآن اور دینیات پڑھانے کے لئے کوئی عالم اور حافظ رکھتے ہیں تو اس کے وقت کی قیمت کم سے کم لگاتے ہیں لیکن اپنے انھیں بچوں کو جدید علوم پڑھانے کے لئے کسی ماسٹر کو لگاتے ہیں تو اس کی فیس اس سے کہیں زیادہ ہوتی ہے جو قرآن پڑھانے والے کو دی جاتی ہے۔ جب مسلمانوں میں دین کی ناقدری کا یہ عالم ہوگا تو اللہ تعالیٰ کا ان کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا؟ (ادارہ)

زمین پر بسنے والی قوموں کے لئے زبانیں اس واسطے عطا کی گئی ہیں تاکہ وہ آپس میں ایک دوسرے کو سمجھ سکیں اور باہم میل جول قائم کرسکیں۔ آسمانی احکام و پیغام زمین پر زبانوں کے ذریعہ ہی اترے اور انھیں کے ذریعہ مخلوق ارضی اپنی فکر اور ترقی کو منظم انداز میں حاصل کرتی رہی۔

عربی زبان وہ مقدس وبابرکت زبان ہے جو آسمانی تمام پیغاموں میں سے آخری پیغام کی حامل ہے اور اس کو وحی ربانی کی زبان کی حیثیت سے منتخب کرلیا گیا ہے نیز پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل نبوت اور سابقہ پیغمبروں کے مضامین کو شامل اور قیامت تک کے لئے تمام مخلوق خداوندی کے حق میں مقبول اور شاہ راہ (اسلام) پر مشتمل ہونے کے اعتبار سے اس کو چن لیا گیا ہے۔ اس حقیقت سے کوئی منکر نہیں کہ گذشتہ زمانوں میں عربی زبان سیکھنے کا عمل دینی محرکات سے وابستہ تھا اور اسی مستحکم وابستگی کا منطقی اثر تھا کہ ہمارے سامنے ان علم وادب کے لئے معروف ادوار نے باوجود تاریخی طول وعرض کے قرآن کی زبان کے ساتھ خاص شغف وانہماک کی بے حساب مثالیں چھوڑی ہیں۔ خواہ وہ نظم ونثر سے متعلق ادبی روایات ہوں خواہ اس کے مفردات کو شمار کرنے سے تعلق رکھتے ہوں اور اس کے عجائب وغرائب کو ڈکشنریوں اور لغات میں محفوظ کرلینے سے اس کا رشتہ ہو یا پھر وہ عربی زبان کی حفاظت کے ضامن بنیادوں اور قواعد کو مدوّن اور مستنبط کرنے اور اس کے موروثی اصول وضوابط کو محفوظ کرنے کا معاملہ ہو یا اس مبارک زبان کی خصوصیات وامتیازات کو واضح کرنے اور اس کے اسرار کی حقیقت کو واشگاف کرنے والی لغوی تحقیقات کا سلسلہ کیوں نہ ہو۔

ابو منصور ثعالبی رحمۃ اللہ علیہ اس حقیقت کو اس طرح واضح کرتے ہیں:

"جس نے اللہ تعالیٰ سے محبت کی اس نے اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کی اور جس کو رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہو، ضروری ہے کہ وہ عربوں سے بھی محبت کرے اور جو اہل عرب سے محبت کرے لازماً اس کو عربی زبان سے بھی محبت ہوگی جس میں افضل ترین کتاب (قرآن حکیم) افضل ترین رسول (حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل ہوئی۔ اب جس کو عربی سے محبت کا تعلق ہوگا وہ اس کی طرف متوجہ ہوگا۔ اس کو سیکھنے اور اس میں مہارت حاصل کرنے کی کوشش کرے گا۔ پھر جس کو بھی اللہ تعالیٰ دینِ اسلام کی ہدایت عطا فرمائیں اور اس کا سینہ ایمان کی دولت کے لئے کھول دے اور ایمان کی حلاوت نصیب کرے اس کا یہ مضبوط عقیدہ ہوگا کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بہترین رسول ہیں۔ دین اسلام عمدہ ترین دین ہے اور عرب قوم افضل ترین قوم ہے اور عربی زبان سب سے اعلیٰ اور بہترین زبان ہے اور اس کو سمجھنا سمجھانا دین کا تقاضہ ہے۔ کیونکہ یہی علم حقیقی

کا ذریعہ ہے۔دین فہمی کی کنجی ہے اور امور معاش نیز آخرت کے مراحل کی صلاح وفلاح کا سب سے بڑا راستہ ہے۔یہی نہیں بلکہ وہ اعلیٰ مراتب،مردانگی اور سارے فضائل ومناقب پر مشتمل ہونے کی وجہ سے ایسی ہے جیسے پانی کے لئے چشمہ اور آگ کے لئے بھٹی ہوا کرتی ہے۔اگر چہ اس کی خصوصیات کو پوری طرح حاصل کرنا اس کی بنیادوں اور قواعد سے صحیح طور پر آگاہ ہونا نیز اس کی گہرائیوں اور وسعتوں تک پہنچنا آسان نہیں تاہم اعجاز قرآن کا ادراک اور رسالت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یقین (جو ایمان کی بنیاد ہے) حاصل ہونا کوئی کم فخر کی بات نہیں......''

بہر کیف!عربی زبان محض الفاظ کا مجموعہ یا آوازوں کا غلغلہ نہیں بلکہ وہ ان کے ساتھ فکر وعمل اور شعور ویقین کی ایک بے پناہ طاقت بھی ہے جو اپنے اندر انسانیت اور تہذیب وثقافت کی سرگرمی کو ابھارنے والے مختلف دوررس اسباب رکھتی ہے۔

اس حقیقت کو کبھی بھی نظر انداز نہیں کیا جانا چاہئے کہ دنیا حکومتوں اور عوامی سطح پر عربوں کو صحیح طریقے پر ہرگز نہیں سمجھ سکتی اور اسلام اور اس کی تہذیب کا شعور ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا جب تک کہ عربی زبان کو واسطہ نہ بنایا جائے جو ایسی زبردست کامیاب کنجی (Master Key) ہے کہ اس کے سوا عربوں اور مسلمانوں کی حقیقت دنیا والوں کو سمجھانے والی کوئی دوسری چیز ہو ہی نہیں سکتی۔''

عربی زبان سیکھنے کی اہمیت:

عربی زبان دوسری اور زبانوں کی طرح نہیں بلکہ یہ اپنی نوعیت کی ایک منفرد زبان ہے۔جس کو اللہ تعالیٰ تمام زبانوں میں سے اپنی دائمی کتاب'' قرآن مجید'' کی حفاظت کے ذریعہ کے طور پر منتخب فرمالیا ہے اور اسی کو اپنے محبوب نبی حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری زبان ہونے کے لئے چُن لیا ہے۔یہی وجہ ہے کہ حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سیکھنے کی تاکید فرمائی تاکہ قرآن وحدیث کے احکامات ومطالب کو صحیح طور پر سمجھا جاسکے۔

حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

''یہی وجہ ہے کہ ہر مسلمان پر عربی زبان کا سیکھنا حتی المقدور ضروری ہے تاکہ اس کے ذریعہ الوہیتِ الٰہی اور رسالتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کی گواہی دے سکے۔اس میں اللہ کی کتاب پڑھ سکے،اور اللہ کی بڑائی اور پاکی اور شہادت کی زبان ودل سے صحیح طریقہ پر ادائیگی ہوسکے۔(الرسالہ امام شافعیؒ)

شیخ الاسلام احمد ابن تیمیہؒ نے اہل بدعات کے دین میں خلط ملط کی وجہ عربی زبان کی کم فہمی کو بتایا ہے،چنانچہ وہ فرماتے ہیں''قرآنِ کریم کی تفسیر نیز حدیثِ رسولؐ کی تشریح کے سلسلہ میں نہایت ضروری ہے کہ ان الفاظ کے معانی ومطالب کو صحیح طریقہ سے جان لیا جائے جو منشائے ربانی اور مرادِ رسولؐ پر دلالت کرتے ہیں،ساتھ ہی اس کے کلام کو کس طرح سمجھا جاسکتا ہے اور اس عربی زبان کو جس میں ہم کو خطاب کیا گیا ہے کم از کم اتنا جاننا ازبس ضروری ہے جس سے اللہ اور اس کے رسولؐ کے کلام کی مراد سمجھنے میں مدد ملے۔واضح ہو کہ بدعات میں مبتلا لوگوں کی گمراہی کا اصل سبب یہی ہے چونکہ وہ اللہ اور رسولؐ کے کلام کو عربی زبان میں مہارت نہ ہونے کے سبب اپنے فہم کے مطابق محمول کرلیتے ہیں حالانکہ وہ حقیقت میں اس کا وہ مفہوم نہیں ہوتا۔(الایمان ص ١١١)

اس حقیقت کو مزید واضح کرتے ہوئے جاحظ (١٥٩-٢٥٥ھ) تحریر کرتا ہے''عربوں کے یہاں بہت ساری ایسی ضروب الامثال،مشتقات اور مبنی (کلمات) نیز محلِ کلام ہے جو ان کے نزدیک خاص مفہوم اور مراد رکھتے ہیں......جو شخص ان سے واقف نہ ہو وہ قرآن وحدیث اور شاہد ومثال کو سمجھ نہیں سکتا،اور ظاہر ہے کہ اگر وہ کلام (ربانی یا نبویؐ) میں یا دیگر علوم میں طبع آزمائی کرنے لگ جائے جبکہ وہ اس میدان کا شہسوار نہیں ہے تو خود بھی ہلاک ہوگا اور دوسروں کو بھی برباد کرکے رکھ دے گا۔(الحیوان ١/١٥٤)

اور یہی وہ اہم اور بنیادی اسباب ہیں جن کو دیکھتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ نے بجا طور پر ایک مسلمان پر عربی سیکھنے کو واجب قرار دیا ہے۔اقتضاء الصراط المستقیم ص ٢٠٧ پر وہ یوں لکھتے ہیں''عربی زبان کا سیکھنا دین کا حصہ ہے اور اس کو اچھی طرح جاننا بے حد ضروری (فرض،واجب) ہے،کتاب وسنت کا فہم تو بہر حال فرض ہے،اور ان کا سمجھنا منحصر

ہے عربی زبان کو سیکھنے پر اور شریعت کا یہ اصول ہے کہ جس چیز کے بغیر کسی واجب کی تکمیل نہ ہوتی ہو اس کا حاصل کرنا خود بھی واجب ہوجاتا ہے۔''

اور غالباً یہی وجہ ہے کہ علامہ احمد بن فارسؒ (٣٩٥ھ) نے اپنی تصنیف''الصاحبی'' میں ایک مستقل باب ہی (باب القول فی حاجة أهل الفقه والفتيا الى معرفة اللغة العربية) کے عنوان سے باندھا ہے،اس میں انھوں نے خوب تحریر کیا ہے کہ:

''بے شک عربوں کی زبان سے واقفیت قرآن وحدیث اور فقہ وفتویٰ کے علوم حاصل کرنے والے ہر شخص پر ازبس ضروری ہے،بلکہ اس سے کوئی بھی بہر حال مستغنی نہیں ہوسکتا اور یہ اس لئے کہ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا ہے اور رسولِ اکرمؐ خود عربی ہیں۔لہذا جو بھی اللہ کی کتاب قرآن کریم اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث مبارکہ میں جو جامع کلمات اور فصیح وبلیغ اسلوبِ بیان ہے،اس کو معلوم کرنا چاہے تو اس کو عربی جانے بغیر چارۂ کار نہیں۔

خلاصۂ کلام یہ کہ نصوص (کتاب وسنت،فقہ وفتویٰ) کو سمجھنا دلائلِ شرعیہ کی تحقیق پر منحصر ہے اور اس کا دارومدار زبان کی باریکیوں پر اچھی طرح دسترس حاصل ہونے اور زبان کی تبدیلیوں اور تغیرات پر حاوی ہونے پر ہے۔کیونکہ کسی بھی حکم کا استنباط اس وقت تک ناممکن ہے جب تک کہ زبان کی فطرت ومزاج کے تقاضوں کو اچھی طرح سمجھ نہ لیا جائے۔

شرعی مفہوم دلالتِ الفاظ سے حاصل ہوتا ہے،کبھی کبھار بغیر الفاظ کے بھی استدلال کیا جاتا ہے،لیکن لفظ ہی وہ ذریعہ ہے جو متکلم کے مقصد کو بتلاتا ہے،مطلب یہ ہے کہ اصولی (فقیہ) کے نزدیک لفظ ہی خیالات کی صحت وخطا کے حکم کی دلیل ہوا کرتا ہے۔ظاہر ہے کہ زبان فکر کی ترجمانی ہے،اور یہی وہ وجہِ اصلی ہے کہ اصولیوں نے زبان دانی کو علمی درجہ دیا ہے۔اور اسی لئے وہ استنباطِ احکام کا وسیلہ قرار پائی ہے۔اصطلاح کو اہمیت دی ہے،نیز دل ودماغ کو متاثر کرتی ہے۔

امام شافعیؒ نے نصوصِ شرعیہ کے فہم اور ان کی تشریحات وتاویلات کے بنیادی ارکان کو وضع کرنے میں عربی زبان میں بول چال پر ہی اعتماد کیا ہے۔

علامہ سیوطیؒ ٩١١ھ نے حرملہ ابن یحییؒ کا قول اس طرح ذکر کیا ہے''میں نے امام شافعیؒ کو فرماتے ہوئے سنا کہ لوگ جو جہالت میں مبتلا ہوئے اور اختلافات کا شکار ہوئے ہیں اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ انھوں نے عربی زبان کو چھوڑ کر ارسطو کی لغت کی طرف توجہ کررکھی ہے حالانکہ قرآن کا نزول اور حدیث شریف کا وجود،عربی اصطلاحات اور عربوں کے اندازِ گفتگو ومخاطب اور طرزِ استدلال پر مبنی ہے نہ کہ یونانیوں کی زبان پر،ہر قوم کی ایک مخصوص زبان اور اصطلاحات ہوا کرتی ہیں۔(العلم بالعربیہ ص ٨٧)

اس سے یہ حقیقت واضح ہوجاتی ہے کہ نص شرعی سے حکم کا استنباط کرنا عربی زبان کے جاننے پر موقوف ہے۔اور علامہ ابن خلدون نے عربی زبان کے علوم کا اطلاق ان چار بنیادوں پر کیا ہے(١) لغت (٢) نحو (٣) بیان (٤) اور ادب،اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں''کہ ان علوم کا جاننا شریعت کے حاملین پر بے حد ضروری ہے،کیونکہ تمام احکام شرعیہ کا ماخذ کتاب وسنت ہے اور وہ عربی زبان میں ہے،ان تمام علوم کو عربوں ہی نے صحابہؓ وتابعینؒ سے نقل کیا ہے،ان کے مشکلات (قواعد وارکان وغیرہ) کی انھیں کے کلاموں سے تشریح وتوضیح کی ہیں،لہذا اس زبان سے متعلقہ علوم کو جاننا اس شخص پر انتہائی ضروری ہے جو علومِ شریعت سے واقفیت حاصل کرنا چاہتا ہو۔

(العلم بالعربیہ ص ٨٧)

زبان پر حملہ دین پر حملہ ہے:

دشمنانِ اسلام نے انتہائی ہوشیاری کیساتھ عربی زبان کو مسلمانوں کو فریب دینے اور ان کو اپنے عقیدہ سے دور کرنے کے لئے ناقص قرار دینے کی کوشش کی ہے اور اس کے لئے طرح طرح کی چالیں انھوں نے اپنے سطحی مقاصد اور گرے ہوئے مطالب کے حصول کی خاطر اختیار کی۔

شیخ محمد قطبؒ نے بعض ان سازشوں کو بے نقاب کیا ہے جن کو اسلام دشمنوں نے زبان کے ذریعہ دین پر حملے کے لئے استعمال کیا ہے،چنانچہ وہ فرماتے ہیں جس وقت مسٹر ڈنلپ (Mr. Dunlop) واپس آیا جو کہ ایک بڑا ہی مالدار پادری تھا اس کو کرومر

(Croumer) نے وزارت تعلیم میں مشیر کے طور پر مقرر کر دیا، ڈنلپ نے جامعۂ ازہر کے ست رفتار انداز کو یکسر بدل ڈالا، اس نے ایسے نئے مدارس کھول دیئے جو صرف عصری دنیاوی علوم پڑھاتے تھے، اور دینی تعلیم محض برائے نام رہ گئی تھی۔ عربی زبان کا تو بڑا برا حال تھا، اس قرآن کی زبان کا جس سے عیسائیوں کے دل لبغض وحسد کے مارے جل رہے تھے، ڈنلپ نے اس کو برباد کرنے اور اس کا پوری طرح خاتمہ کرنے کی غرض سے الگ تدابیر وضع کیں، چنانچہ وہ تنخواہ جو دوسرے سند یافتہ مدرسوں کو دی جاتی تھی وہ بارہ جنیہ پر مشتمل ہوتی تھی، بصرف عربی کا مدرس ہی وہ بدنصیب تھا جس کو چار جنیہ ملا کرتے تھے اور ظاہر ہے کہ اس صورتِ حال کے منفی اثرات مدرسوں اور معاشرہ میں یکساں طور پر پڑتے تھے۔

مدرسہ میں اس طرح کی عربی ادب کا استاذ بجائے مقدم وافضل ہونے کے ایک ثانوی وذیلی حیثیت میں آچکا تھا اس پر تمام مدرسوں کو فوقیت دی جاتی تھی، یہاں تک کہ اوسط درجہ والوں تک کو بھی بلکہ مدرسہ کے اُس چپراسی کو بھی اس کے مقابلے میں زیادہ تنخواہ دی جاتی تھی جو کچھ قدیم (Senior) ہو چکا ہو۔ اس سب کے علاوہ مدرسہ میں اس بات کا کوئی وزن تھا نہ مدرسہ کے دیگر امور ومعاملات میں کبھی مشورہ کی سعادت حاصل کرسکتا تھا نہ ہی دفتر کے کاموں میں شرکت کی گنجائش تھی، حتی کہ طلبۂ مدرسہ کے نزدیک بھی اس کا کوئی مقام واحترام اور قدر ومنزلت باقی نہیں رہ گئی تھی، اسی طرح سوسائٹی میں تو وہ اسکول سے بھی زیادہ بدتر و بے وقعت بنا دیا گیا تھا، کیونکہ سارے لوگ اس کی مالی ومعاشی حالت سے واقف تھے اور ان کو معلوم تھا کہ یہ مدرسین کی فہرست میں بالکل آخری نمبر پر ہے اور دوسرے مدرسین تنخواہوں اور عہدوں میں اس سے بڑھے ہوئے ہیں۔

عربی زبان کے معلم کی حالت سوسائٹی میں بدستور گرتی جا رہی تھی جس طرح اس کی تنخواہ گری ہوئی تھی، اس کو ہمیشہ مذاق کا موضوع بنایا جاتا اور عموماً لوگ اس کے کم علم ہونے، پسماندہ اور کم عقل نیز اس کا ذہنی ومعاشرتی معیار سے محروم کا تذکرہ کرتے اور جس چیز کا اس کو سب سے زیادہ طعنہ دیا جاتا وہ یہ تھا کہ وہ غیر ملکی زبان نہیں جانتا، جب عربی ٹیچر اس قدر گرے ہوئے درجہ پر پہونچ گیا کہ ہر اعزاز سے محروم ہو گیا تو اس کی یہ دُرگت خود مضمون (عربی زبان) پر بھی پوری طرح اثر انداز ہوگئی اور یہی سازش تو اصل غرض وغایت بھی تھی!

بہرکیف! یہ سطحی کیفیت اور گراوٹ مدرس سے مضمون پر منتقل ہوگئی اور یوں عربی زبان بھی تحقیر ونفرت اور بے عزتی وذلت کا نشان بن گئی۔ اب طالب علموں نے نحو، صرف، بلاغت اور نصوص وادب وغیرہ کے مشکل ہونے کی شکایتیں شروع کر دیں۔ اس طرح ہر طرف عربی زبان پر تیر چلائے جانے لگے اور تیرہ صدیوں سے مسلمان جس پر فخر کرتے چلے آرہے تھے وہ اب بالکل ختم ہو چکا تھا، بلکہ عربی زبان ایک ایسا داغ وعیب اور تنقید وملامت کا نشانہ بن گئی تھی جن سے انسان فوراً پاک ہونا چاہتا ہے تاکہ اس کا شمار تعلیم یافتہ اور مہذب لوگوں میں ہو سکے، پھر یہ بھی طبعی امر تھا کہ یہ حالت خود زبان سے منتقل ہو کر رسم الخط تک جا پہنچے اور اس ناپاک سازش وتدبیر سے ان کا آخری طور پر یہی مقصود بھی تھا۔ عربی رسم الخط تو بنیاد ہے اور اسی سے قرآن کی حفاظت ہے اس لئے مقصد یہ تھا کہ امت محمدیہ گو اپنے ورثہ سے آہستہ آہستہ پھرتے چلے گئے، اب وہ اس حقیقت سے بے خبر ہو گئے کہ یہی تو اصل توشہ اور سرمایہ ہے۔

مسلمانوں کو عربی رسم الخط کی تبدیلی کے ذریعہ ان کے ورثہ سے محروم کرنے کا عمل اور ترکی زبان کو لاطینی حروف میں تحریر کرنے اور ترکی زبان میں پائے جانے والے تمام ایسے عربی کلمات کا صفایا کرنے کا خواب کمال اتاترک کے ہاتھوں شرمندۂ تعبیر بھی ہو گیا تاکہ ترکی النسل اپنے اسلامی ورثہ سے پوری طرح محروم ہو جائیں اور بے دینی کو اختیار کرلیں، اس سے ملتی جلتی کوشش مصر میں بھی عبدالعزیز فہمی وغیرہ کے ذریعہ معرضِ وجود میں آئیں مگر اللہ تعالیٰ کا کرنا کہ انھوں نے پہلے ہی مرحلہ میں دم توڑ دیا اور ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔

اب اخیر میں ہم عربی ادب کی مایۂ ناز ہستی شیخ مصطفیٰ صادق رافعیؒ کی وہ دلدوز

(باقی صٓ پر)

یادِ رفتگاں

اسلامی شعور کا شاعر والی آسی

امین الدین شجاع الدین

والی آسی نے کہا تھا

سمیٹ بکھرے ہوئے کاغذات کو اپنے
کوئی صدا تجھے واپس بلانے والی ہے

آخر اس صدا نے والی کو واپس بلا ہی لیا ۱۴ر اپریل ۲۰۰۲ء کو ان کو دل کا دورہ پڑا اور داعیٔ اجل کو لبیک کہتے ہوئے وہ اس دنیا کو چھوڑ کر چلے گئے، جس دنیا کے متعلق وہ اکثر اپنا یہ شعر پڑھا کرتے تھے

سچ پوچھو تو رہنے کی جگہ پاپی سنسار نہیں جاناں
لیکن تری مرضی ہے تو ہمیں کوئی انکار نہیں جاناں

اور یہ شعر:

میرے دل کا دامن کھینچتی ہے مجھے چھیڑا کرتی ہے دنیا
میں بھاگا بھاگا پھرتا ہوں میرا پیچھا کرتی ہے دنیا

اپنے مکتبۂ دین وادب میں جب وہ اپنے دوستوں اور دوست نما شاگردوں کے درمیان گھرے دکھائی دیتے تو محسوس ہوتا کہ وہ جلوت پسند ہیں لیکن جب نماز کا وقت آجاتا اور دوگز سے کچھ بڑے اپنے مکتبہ میں مصلیٰ بچھا کر وہ نماز میں اپنے اس رب کی یاد میں مشغول ہو جاتے جو صمد ہے، بے نیاز ہے تو محسوس ہوتا کہ وہ خلوت در انجمن کے بھی قائل ہیں! جھنڈے والا پارک امین آباد کی ہماہمی اور خود ان کے اپنے مکتبہ میں چائے کی چسکیوں کے ساتھ چل رہی ''مریدانِ باصفا'' کی گفتگو، بحث ومباحثے یا تبصروں کی مجلس سے بے نیاز ہو کر چاندی جیسے سفید بالوں والے والی نماز پڑھ رہے ہوتے تو بے ساختہ ان کا ہی شعر زبان پر جاری ہو جاتا۔

مُصلاّ رکھتے ہیں، صہبا وجام رکھتے ہیں
فقیر سب کے لئے انتظام رکھتے ہیں

اور دل گواہی دیتا کہ والی نے یہ جو کہا۔

میں اپنی دعائے نیم شب کا
صرف ایک گواہ چاہتا ہوں

ان کا قول ہی نہیں، فعل بھی ہے۔ دن بدن ان کے لہجہ میں فقیروں کا گداز گھلتا چلا جا رہا تھا، اس مادیت پسندی کے دور میں وہ خود کو فقیر کہتے مگر ایسا فقیر جو کسی در کا سوالی نہیں اور اللہ ہی جس کا والی ہے۔

ہم دارا ہیں نہ سکندر ہیں درویش ہیں مست قلندر ہیں
چاہو تو ہمارے ساتھ بسر تم بھی اک شام کرو والی

☆☆☆

ہمارے پاس بھی بیٹھو، اگر فرصت کبھی پاؤ
کہ ہم درویش ہیں سب سے رواداری سے ملتے ہیں

☆☆☆

ہم فقیروں سے جو چاہے وہ دعا لے جائے
پھر خدا جانے کدھر ہم کو ہوا لے جائے

والی آسی نے اپنے مکتبہ کا نام مکتبۂ دین وادب رکھا۔ ان کو میں نے قریب سے دیکھا ہے، گھنٹوں ان کی گفتگو سنی ہے، اس بنیاد پر یہ کہنے میں مجھے کوئی تامل نہیں کہ ان کی شخصیت میں دین وادب کا حسین امتزاج جھلکتا تھا، یہ امتزاج شاید انھیں ورثہ میں ملا تھا وہ مولانا عبدالباری آسی اَلدنی کے فرزند تھے اور دنیا جانتی ہے کہ آسی الدنی اردو ادب کے ان معماروں میں سے ہیں جنھوں نے تحقیق، شاعری، نثر اور لغت کے میدان میں ناقابلِ فراموش نقش چھوڑے ہیں، منشی نولکشور کی دعوت پر اَلدن سے لکھنؤ آنے والے مولانا عبدالباری آسی کو حضرت ناطق گلاوٹھی سے شرف تلمذ حاصل تھا اور حضرت ناطق ایک طرف مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے شاگرد تھے تو دوسری طرف حضرت داغ کے تلمیذ۔

یہ ہے وہ پسِ منظر اور عناصر ترکیبی جن کی بدولت والی آسی، والی آسی ہوئے۔

والی آسی، صاحب دیوان شاعر تھے، ان کے دو مجموعۂ کلام ''شہد'' اور ''موم'' کے نام سے منظر عام پر آچکے ہیں۔ ان کی فکر اسلامی تھی۔ اپنی غزلوں کی کتاب ''شہد'' کے صفحۂ اول کے لئے انھوں نے سورۃ النحل کی ان آیتوں کا انتخاب کیا جن میں اللہ نے شہد کی مکھی کا تذکرہ فرمایا ہے۔ جن دنوں ان کا دوسرا مجموعۂ کلام ''موم'' شائع ہونے جا رہا تھا تو ان دنوں ان کے یہاں جب بھی حاضری ہوتی تو وہ کہتے کہ قرآن پاک کی کوئی ایسی

آیت یا ایسی حدیث شریف بتایئے جس میں موم کا تذکرہ ہو۔ مجھے اس میں کامیابی نہیں مل پائی تو ملول ہوئے لیکن اپنے اس مجموعۂ کلام کے لئے بھی انھوں نے قرآن پاک کی آیت کریمہ وَقُل لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ قَوْلًا بَلِيغًا (اور ایسی بات کہو جو بلیغ ہو)، کا انتخاب کیا۔ احساس ہوا کہ والی اپنے ہر کام کی ابتدا اللہ کے نام سے ہی کرنے کے قائل ہیں اور اللہ کے نام ہی کو انتہائے نگارش بھی سمجھتے ہیں۔ اپنے پہلے مجموعۂ کلام ''شہد'' میں انھوں نے لکھا تھا ''مجھے اعتراف ہے کہ میں نے جو کچھ بھی اب تک لکھا ہے وہ کورے سفید کاغذ کو سیاہ کرنے سے زیادہ اور کچھ نہیں ہے، ہاں جس دن سے میں نے یہ دعا مانگنا شروع کی ہے کہ میں جو کچھ بھی لکھوں اسی کی رہنمائی میں لکھوں جس نے مجھے انسانوں کی شکل وصورت عطا کی ہے، بس اسی دن سے میں یہ محسوس کر رہا ہوں کہ میری ذات مجھ پر منکشف ہوتی چلی جارہی ہے اور میں درمیان سے ہٹتا چلا جارہا ہوں۔''

انھوں نے کہا تھا۔

میں لکھنا چاہتا ہوں مجھ کو رہنمائی دے
مرے خدا مجھے تھوڑی سی روشنائی دے

اپنے انتقال سے چند دنوں پہلے تاج ہوٹل لکھنؤ میں منعقدہ مشاعرہ میں انھوں نے جس غزل کا انتخاب کیا اس کے آخری دو شعر ملاحظہ ہوں:

ہمیں تیرے سوا اس دنیا میں کسی اور سے کیا لینا دینا
ہم سب کو جواب نہیں دیتے ہم سب سے سوال نہیں کرتے

غزلوں میں ہماری بولتا ہے، وہی کانوں میں رس گھولتا ہے
وہی بند کواڑے کھولتا ہے، ہم کوئی کمال نہیں کرتے

اللہ نے اپنے اس بندہ کو چار مرتبہ اپنے گھر کعبۃ اللہ بلایا۔ ۱۹۸۷ء میں جب انھوں نے پہلا عمرہ کیا تو اسی دن سے انھوں نے نماز قضائے عمری پڑھنا شروع کر دیا، رب کریم نے اپنے اس بندہ کی اس ادا کو ایسا پسند فرمایا کہ اپنے حضور بلانے سے پہلے پہلے ان سے مغرب کی نماز بھی ادا کروائی اور زندگی کے اس آخری دن کی آخری نماز بھی ان کے ذمہ باقی نہ رہی۔ یہ بات بڑی قابل رشک ہے اور اس کی تمنا ہم سب کو کرنا چاہئے۔ کہ زندگی کی شام ہونے سے پہلے پہلے تک کی ہمارے ذمہ کی ہر نماز ادا ہو جائے۔

سنجے گاندھی پوسٹ گریجویٹ انسٹی ٹیوٹ آف میڈیکل سائنسز لکھنؤ کے ڈاکٹر نکل سنہا اور ان کی اہلیہ کی دعوت پر ''ہارٹ اینڈ مائنڈ پروگرام'' اور اس کے بعد ایک شعری نشست میں شرکت کی غرض سے وہ ان کی رہائش گاہ پر گئے ہوئے تھے اور وہیں ان پر قلب کا دورہ پڑا۔ ڈاکٹر سنہا کی اہلیہ نے ایک تعزیتی جلسہ میں بڑے رقت آمیز لہجہ میں بتایا کہ ''والی صاحب نے اسی روز ہمارے یہاں مغرب کی نماز بھی ادا کی۔ جب وہ نماز پڑھ رہے تھے تو مجھے بڑا اچھا لگ رہا تھا'' شاید یہ والی کی نمازوں کی مقبولیت کی علامت ہو کہ کس طرح ان کی آخری نماز، مشاہدہ کرنے والے کے دل میں نماز کی عظمت پیدا کرنے کا سبب بن گئی! یہ ہے وہ اثر خیزی جو جذبہ اخلاص کے نتیجہ میں پیدا ہوتی ہے اور اپنے کو منوانے کے لئے زور بیان اور الفاظ کی بازیگری کی محتاج نہیں ہوتی۔

والی آسی لکھنویت اور لکھنؤ کی تہذیبی قدروں کے دلدادہ ہی نہیں بلکہ اس کے پاسبان و ترجمان بھی تھے انھوں نے جوانی کی دہلیز پر جن دنوں قدم رکھا ہوگا، ان دنوں کا لکھنؤ بھی زندہ تھا، جوان تھا، ادبی دنیا کی قد آور شخصیتوں کے دم قدم سے لکھنؤ کی ادبی محفلیں اور سرگرمیاں دنیا کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھیں، نیاز فتح پوری، احتشام حسین، مسعود حسن رضوی ادیب اور آنند نرائن ملاؔ، جعفر علی خاں اثر جیسے ادبا و شعراء کے وجود کی بدولت لکھنؤ کی آب و تاب قائم تھی، جب یہ دیو قامت شخصیتیں راہی ملک عدم ہوئیں تو ان کے بعد کی دوسری صف نے صف اول کی جگہ سنبھالی، والی آسی بھی نہ صرف اس صف میں شامل تھے بلکہ ممتاز مقام کے حامل تھے۔

گردشِ لیل و نہار کی بدولت جب لکھنؤ کی تہذیب اور اس کی قدریں داستانِ پارینہ ہونے لگیں تو والی آسی کے دل پر چوٹ پڑی اور وہ یوں مرثیہ خواں ہوئے۔

مجھ سے صبح و شام شکوہ کر رہا ہے لکھنؤ
دیکھ تجھ میں دھیرے دھیرے مر رہا ہے لکھنؤ

اور

جتنے ہم پیالہ تھے اٹھتے جا رہے ہیں بزم سے
آخری پیمانہ اپنا بھر رہا ہے لکھنؤ

والی کی طبیعت میں مزاح بھی تھا، حاضر جوابی تھی، برجستگی تھی، ایک مرتبہ میں نہایت

عجلت میں تھا مکتبۂ دین و ادب حاضر ہوا اور والی صاحب سے کہا اس وقت میں صرف زیارت کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ تو بے ساختہ فرمایا ''...... کیا میں کوئی مزار ہوں؟''

ان کا مکتبۂ دین و ادب اس لحاظ سے مکتب و مدرسہ بھی تھا کہ یہاں استاذ شاعر والی آسی نے نہ صرف اپنے شاگردوں کی شعری صلاحیت کو جلا بخشی بلکہ اپنے کئی ایک شاگردوں کو اردو لکھنا پڑھنا بھی سکھایا۔

ان کے شاگردوں میں منور رانا جیسے نام بھی ہیں اور خوشبیر سنگھ شاد، اندو شری واستو، بھارت بھوشن پنت، روی سکسینہ اور شمبھو بھاردواج جیسے نام بھی۔ اس طرح والی نے نہ صرف اردو کی خدمت کی بلکہ خصوصیت سے مذہبی رواداری کو بھی مستحکم کرنے کی کوشش کی، انھوں نے کہا تھا۔

اسی خرابے، اِسی خاکدان کی مٹی
مری شناخت ہے ہندوستان کی مٹی

رہی بات مشاعروں کی، تو اس کی داستان ڈاکٹر ملک زادہ منظور احمد کی زبانی سنئے جن کی نظامت، مشاعرہ کی کامیابی کی ضمانت ہوا کرتی ہے۔ ڈاکٹر ملک زادہ نے والی آسی کو خراج پیش کرتے ہوئے لکھا ہے...... ''اُن شعراء میں جو نہ صرف ہندوستان کے گوشہ گوشہ میں مدعو کئے گئے بلکہ دنیا کی بہت سی اردو نو آبادیوں میں عزت و احترام کے ساتھ بلائے گئے، والی آسی کا نام ان میں بہت ہی روشن و تابناک ہے، میں بڑی دیانت داری کے ساتھ اس بات کا اظہار کرنا چاہتا ہوں کہ والی کا جھنڈا ہر جگہ باوقار طریقے سے بلند رہا۔''

والی کا جھنڈا شاید اس لئے بلند رہا کرتا کہ ان کی شاعری گل و بلبل کی نہیں، مسائل کی شاعری ہے، زندگی کی زندہ حقیقتوں کی شاعری ہے۔

وہی ایک سے غم آنگن آنگن بھیگی پلکیں چلمن چلمن
کانٹوں سے بھرا دامن دامن اترا اترا چہرا چہرا

☆☆☆

تم کو سنا رہا ہے لطیفے جو رات دن
وہ آدمی تو تم سے زیادہ اداس ہے

زندگی اور عوام سے ان کا رشتہ مضبوط دکھائی پڑتا ہے اس لئے ان کا کلام عوام کی دلی کیفیات کا ترجمان بن گیا ہے ان کے اشعار میں حالات حاضرہ کی عکاسی بھی ہے۔

ہم خون کی قسطیں تو کئی دے چکے لیکن
اے خاک وطن قرض ادا کیوں نہیں ہوتا

ان کی شاعری میں لکھنویت بھی ہے، تغزل کی چاشنی بھی، شہد کی شیرینی بھی اور ببول کے کانٹوں کی چبھن بھی۔

محبت کے پودے وفا کے درخت
بنجر زمینوں میں بوتا رہا

اُن کی شاعری ان کی شخصیت کی عکاس ہے، اُس میں ان کی شخصیت کی دل کشی جھلکتی ہے، دینداری، انسانیت دوستی اور مقصدیت اس کے روشن پہلو ہیں۔

مجھے دو میٹھے بولوں کی طلب ہے
لئے ہاتھوں میں کاسا پھر رہا ہوں

☆☆☆

آ، کہ غزلوں سے کوئی ٹوٹا ہوا دل جوڑیں
ورنہ بے کار یہ لفظوں کا ہنر جائے گا

اہلِ چین کا عقیدہ ہے کہ اگر شاعر کی اخلاقی اور جمالیاتی شخصیت عظیم نہیں تو وہ کبھی عظیم شاعر نہیں ہو سکتا اس بنیاد پر یہ کہنا بے جا نہیں ہوگا کہ والی اس لئے بھی ایک اچھے اور ممتاز شاعر ثابت ہو سکے کہ وہ ایک اچھے انسان اور سچے مسلمان تھے اور دین و ادب کے امتزاج نے انھیں ایک امتیازی شان کا حامل بنا دیا تھا، وہ ایک شاعر تھے اور قلندر شاعر!۔

ان کے پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ دو بیٹے غزالی آسی اور جمالی آسی اور ایک بیٹی ہے۔ اللہ ان سب کو صبر دے اور والی کی قبر کو نور سے بھر دے دنیا سے دامن چھڑا کر وہ تو انشاء اللہ اپنی منزل و مراد کو پہنچ گئے۔

دعا دیتے ہوئے تم کو گزر جائیں گے دنیا سے
مزاجوں کے قلندر ہیں ہمیں دنیا سے کیا لینا

والی شہر خموشاں میں ابدی نیند سو گئے، کبھی ''عزیزانِ شہر خموشاں'' سے انھوں نے اپنی کیفیت کا اظہار ان لفظوں میں کیا تھا۔

ابھی سانسوں کی زنجیر کو توڑ کر تم گئے ہو جدھر سب سے منہ موڑ کر
رفتہ رفتہ انھیں منزلوں کی طرف پیچھے پیچھے تمہارے رواں ہم بھی ہیں

دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں ان کا جنازہ اٹھا، ایک جم غفیر اس میں شریک تھا، بقول ملک زادہ ''شاید مجاز کے بعد اتنا بڑا اور نمائندہ مجمع لکھنؤ کے کسی شاعر کی تدفین میں شریک نہیں ہوا''۔

لکھنؤ کے قبرستان ''عیش باغ'' میں ان کی تدفین عمل میں آئی، قبرستان کو عیش باغ سے موسوم کرنے والوں کے ذہن و فکر اور ذوق کی داد دینی چاہئے اس لئے کہ قبر آخری آرام گاہ ہے اور اصل عیش تو آخرت کا عیش ہی ہے۔

اللّٰهم لا عيش الا عيش الآخرة
خدا والی کی بھرپور مغفرت فرمائے!!

روشنی کی طرف

روس کی ممبر پارلیمنٹ خاتون کا قبولِ اسلام

● محمد فرمان نیپالی ندوی

ڈاکٹر فاطمہ عبد الرشید سابق ممبر پارلیمنٹ روس نے ۱۹۹۴ء میں اسلام قبول کیا تھا۔ اس سال وہ حج بیت اللہ کی سعادت سے سرفراز ہوئیں مکہ مکرمہ میں ان کی آمد کو غنیمت سمجھتے ہوئے رابطہ عالم اسلامی کے نمائندہ نزار عثمان نے ان سے انٹرویو لیا ہے جو "العالم الاسلامی" میں شائع ہوا تھا۔ ذیل میں اسی کا ترجمہ نذر قارئین ہے۔

سوال:۔ آپ کے قبولِ اسلام اور اس سے قبل کی زندگی میں کیا فرق ہے؟

جواب:۔ اسلام قبول کرنے کے بعد میری زندگی میں ایک انقلاب آگیا، میں بحالتِ کفر ایک متحرک و سرگرم عورت تھی اور سیاسی میدان میں بھی پیش پیش تھی اسی وجہ سے روسی پارلیمنٹ کی ممبر بھی بن گئی، غرض میری زندگی میں ایسے حالات پیش آئے کہ میں معاشرہ میں دنیاوی اعتبار سے ایک ذی حیثیت خاتون ہو گئی۔ ان تمام چیزوں کے باوجود مجھے اندرونی کمزوری کا احساس رہا۔ لیکن یہ یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن ضرور میں ان دنیوی مشاغل کو چھوڑ کر مذاہب باطلہ کی چیرہ دستیوں سے آزاد ہو کر اطمینان و سکون سے بریز دین اسلام میں داخل ہو گئی اب میں اپنے آپ کو کل سے بہتر حالت میں پاتی ہوں، میرا قبول اسلام ایک عطیۂ ربانی ہے اور اللہ کی طرف سے لازوال بیش قیمت تحفہ ہے۔ اس کی وجہ سے میری آنکھوں کو نور اور دل کو غیر معمولی سرور حاصل ہوا جب میں نے اسلام قبول کیا تو میرے شوہر اور اہل خانہ نے میرا بائیکاٹ کیا اور اپنے سے بہت دور رکھا، لیکن مجھے ان حالات کی کوئی پرواہ نہ تھی، بلکہ اسلام پر علی حالہٖ باقی رہی اس کیفیت سے متأثر ہو کر میری بہن اور میرے ایک لڑکے نے بھی اسلام قبول کر لیا۔

سوال:۔ روس اور یورپی ممالک کے مابین دینی اعتبار سے کیا تعلق ہے؟

جواب:۔ روس مغربی ممالک کے ساتھ لین دین اور معاملاتی تعلقات پر راضی نہیں ہے کیونکہ وہاں کے باشندوں نے روس میں آتے ہی روسی معاشرہ پر زبردست اثر ڈالا، جبکہ ازیں قبل ایشیا پر روسی معاشرت اس کی عادات و اطوار اور رسم و رواج کی چھاپ تھی، لیکن بیسویں صدی عیسوی کے آغاز میں روسی معاشرہ پر مغربی تہذیب و تمدن کے گہرے نقوش اس طور پر پڑے کہ وہاں کے افراد کی زندگی میں نمایاں تبدیلی سامنے آئی۔

سوال:۔ جب آپ قرآن کریم کی تلاوت کرتی ہیں تو اس وقت آپ پر کیا کیفیت طاری ہوتی ہے؟

جواب:۔ جس وقت میں اپنے سادہ لہجہ میں قرآن کی تلاوت کرتی ہوں تو مجھے اپنی سابقہ زندگی پر شدید افسوس ہوتا ہے، اگر میری نظر قرآنی سورتوں اور آیتوں پر پڑتی ہے اور جنت و دوزخ کے تذکرہ والی آیتیں سامنے آتی ہیں تو میری روح آسمان کی سیر کرتی ہے، اور میں جنت اور دوزخ کے تصور میں کھو جاتی ہوں۔

سوال:۔ آپ نے روس میں اسلامیات کا مطالعہ کہاں کیا؟

جواب:۔ میں نے تاتارستان نامی شہر کے علاقہ کازان میں واقع اسلامی یونیورسٹی میں اسلامیات کا مطالعہ کیا اور کثیر تعداد میں دینی و علمی کتابیں پڑھیں، قرآن و حدیث، فقہ و عقیدہ اور سیرت نبوی کا درس لیا۔ یونیورسٹی کی تعلیمی مدت صرف چار سال ہے، یونیورسٹی میں ۵ روسی طالبات زیر تعلیم ہیں۔

سوال:۔ کیا آپ کو روس میں اسلامی لباس اختیار کرنے پر کسی قسم کی پریشانی کا سامنا کرنا پڑا؟

جواب:۔ ہاں! جب میں نے اسلامی لباس اختیار کیا تو وہاں معاشرہ کی طرف سے مجھ پر زبردست دباؤ پڑا۔ لیکن چونکہ میرا اندرونی احساس بیدار ہو چکا تھا۔ اس لئے اس کا مجھ پر اثر نہیں ہوا۔

سوال:۔ ممالک اسلامیہ پر جو روح فرسا قیامت ٹوٹ پڑی ہے اور جو واقعات و حادثات پیش آرہے ہیں ان پر آپ کا ایک مسلم خاتون کی حیثیت سے کیا تبصرہ ہے؟

جواب:۔ دورِ حاضر کے حادثات مسلمانوں کے لئے اللہ رب العزت کی طرف سے ابتلاء و آزمائش کے سامان ہیں آج لوگوں کے لئے صرف دو راستے ہیں یا تو وہ راہِ کفر اختیار کریں یا حلقہ بگوشِ اسلام ہو جائیں، جو اسلام کو اپنائے گا وہی مومن کامل اور راسخ العقیدہ ہوگا۔ اور اسی کے ساتھ اللہ کی آزمائش بھی ہوگی!

سوال:۔ کیا روسی نو مسلموں کو معاشی و اقتصادی مسائل بھی درپیش ہیں؟

جواب:۔ روس میں عائلی صورت حال بہتر نہیں ہے۔ اگر کوئی روسی صاحبِ اولاد ہوتا ہے تو وہ ایک طرف اپنے اہل خانہ کی کفالت کرتا ہے، دوسری طرف مسلم خاتون اپنی اولاد کو دینی تعلیم کے زیور سے آراستہ کر کے امن و سلامتی اور چین و سکون کے ساتھ زندگی گذارنے کے راستے تلاش کرتی ہے، اور معمولی آمدنی پر گذر بسر کرتی ہے، اگر وہ یہ عمل ترک کر دے تو اہلِ خانہ کو آمدنی کی قلت کا شکوہ رہے، اور ان کو مختلف الانواع مسائل کا سامنا کرنا پڑے۔ روسی نو مسلم نوجوان شادی کے جملہ لوازمات و اشیاء پر قادر نہ ہونے کی وجہ سے شادی کرنے سے بچتے ہیں۔

سوال:۔ بے شمار اسلامی مناظر میں کون سا منظر آپ کو اچھا لگا؟ اور اس نے آپ کے قلب پر کیسے نقوش چھوڑے؟

جواب:۔ مکہ مکرمہ میں صبح کا منظر کیا ہی دید کے قابل ہوتا ہے ۱۹۹۴ء میں جب میں حجاز مقدس گئی تو یہ سفر حج کے ارادہ سے نہیں تھا، کیونکہ اس وقت میں حج کے شعائر سے پورے طور پر واقف بھی نہیں تھی بلکہ میرا یہ سفر صرف اس نیت سے ہوا تھا کہ میں مسلمانوں کے روحانی مرکز سے واقف ہو جاؤں گی اور ان کے رہنے سہنے کا طریقہ کو قریب سے دیکھوں گی، جب میں نے خانۂ کعبہ کی زیارت کی تو میرے دل میں جو مختلف قسم کے سوالات تھے وہ یہ تھے کہ اللہ کون ہے؟ اسلام کیا ہے؟ اسلام کیوں دین برحق ہو کر لوگوں کے سامنے آیا؟ اس کی زیارت نے اطمینان بخش جوابات فراہم کئے اور مجھے عین الیقین کا مرتبہ حاصل ہو گیا۔ اس وقت میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب میں نے مسلمانوں کو ایک ساتھ مل کر طواف کرتے ہوئے دیکھا، مکہ مکرمہ بہت ہی صاف ستھری جگہ آباد ہے، سڑکوں پر بھکاریوں اور فقراء اور غرباء کی چیخ و پکار کا کوئی مظاہرہ نہیں اور نہ وہ دست سوال دراز کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ جبکہ روس اور دیگر ممالک میں یہ چیز بہت ہی عام ہے۔ اس کی خاص وجہ یہ ہے کہ اسلام نے فقراء و مساکین کو جو حقوق بتائے ہیں مکہ کے باشندے حتی الامکان ان پر عمل کرتے ہیں، اس لئے فقراء اگر امیروں کے ہم پلہ نہیں ہو پاتے لیکن ان کی گذر بسر ٹھیک طریقے سے ہو جاتی ہے۔

سوال:۔ کیا آپ کے دل میں مکہ مکرمہ آنے کی دوبارہ آرزو ہے؟

جواب:۔ جی ہاں! خانۂ کعبہ اور مکہ مکرمہ کی حاضری میرے لئے باعثِ صد افتخار ہے کیونکہ دعوتِ اسلامی کے فعال و متحرک شخص کے لئے کیا ہی اچھا یہ عمل ہوگا کہ وہ خانہ کعبہ اور شعائر حج کی زیارت سے اپنے ایمانی جذبات کو بڑھاتا رہے اس کے بغیر خود داعی کو یہ احساس رہتا ہے کہ اس کا ایمان ناقص و نامکمل ہے، جب میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی تو اس وقت مجھے یہ احساس تھا کہ میری روح اپنے اصل مسکن میں آگئی ہے اور جب مکہ سے روس واپس ہوئی تو خانۂ کعبہ سے میرا روحانی تعلق برقرار رہا۔

سوال:۔ آپ نے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو کب جانا؟

جواب:۔ ۱۹۹۴ء سے ہی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جانتی ہوں ۱۹۹۸ء تک قرآن کو ہاتھ لگانے سے خوف محسوس کرتی تھی کیونکہ میں بہت گنہگار اور پاپی تھی اور یہ تصور تھا کہ ابھی کثرت گناہ کی وجہ سے اس کو چھونے کے لائق نہیں ہوں قرآن کریم تو حقیقی معجزۂ نبوی کی شکل میں آج بھی ہمارے سامنے زندہ و تابندہ ہے وہ ایک صاف و شفاف آئینہ ہے جس میں ہر شخص اپنی تصویر دیکھ سکتا ہے۔

سوال:۔ آپ نے پہلی بار اذان کی آواز کہاں سُنی؟

جواب:۔ جب میں ۱۹۹۴ء میں بحیثیت ایک سیاح کے ہندوستان آئی تھی تو میں نے اس وقت اذان کی آواز سنی تھی اذان کی آواز سنتے ہی میرے اوپر کیفیت طاری ہو گئی چنانچہ ان الفاظ کے معنی جاننے کا جذبہ پیدا ہوا۔ اور ان سے متعارف ہوئی، اس کے بعد میرے اندر قسم قسم کے خیالات پیدا ہوتے رہے اسلام کے تعلق سے شکوک و شبہات میں مبتلا رہی بالآخر ایک دن وہ بھی آیا کہ میرا دل منشرح ہوا اور اللہ رب العزت نے ایمان اور اسلام کی نعمت سے سرفراز فرمایا۔ اب الحمد للہ میں پورے طور پر مطمئن ہوں۔!

پرے ہے چرخ نیلی فام سے منزل مسلماں کی
فرشتے جس کی گرد راہ ہوں وہ کارواں تو ہے

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء کا

ایک علمی، دعوتی اصلاحی سفر

● محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

مدارس اسلامیہ جو صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور فکری، ذہنی اور عقائدی خطرات سے متنبہ کرتے ہیں۔ ان کی بقاء و تحفظ مسلمانوں کا اولین فریضہ ہے۔ ان خیالات کا اظہار حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی ناظم ندوۃ العلماء نے ۳ رمئی ۲۰۰۲ء کو جامعہ گلزار حسینیہ اجراڑہ میرٹھ کی صد سالہ تقریبات کے موقع پر ایک عظیم جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے کیا۔

مدارس کے قیام کی تاریخ پر روشنی ڈالتے ہوئے حضرت مولانا نے سامراج کے عہد اور اس کے بعد آزادی کے دور میں مدارس نے اسلامی تشخص کی بقاء اور علوم اسلامیہ کی حفاظت، تفہیم اور تشریح کے سلسلہ میں جو رول ادا کیا ہے اس کا ذکر کیا۔ اور اس سلسلہ کو جاری رکھنے اور اس کو اور بہتر بنانے اور موجودہ حالات اور افکار و نظریات کو سامنے رکھتے ہوئے نصاب تعلیم پر نظر رکھنے کی دعوت دی۔

مولانا نے مدارس اسلامیہ کو لائٹ ہاؤس سے تشبیہ دی اور کہا کہ مسلمانوں کو ان سے روشنی حاصل کرنا چاہیے تاکہ ان کی زندگی روشن رہے۔

حضرت مولانا کا یہ سفر مولانا عبداللہ مغیثی صاحب کی خصوصی دعوت پر ہوا، جس میں مولانا سید محمد واضح رشید ندوی مولانا عبداللہ حسنی ندوی، حاجی عبدالرزاق صاحب اور شاہد حسین صاحب بھی شریک تھے۔

جلسہ کو مولانا محمد سالم قاسمی نے بھی خطاب کیا۔ اور علم کی حقیقت اور افادیت اور اس میں وحی الٰہی کی رہنمائی کی ضرورت پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ مولانا عبداللہ حسنی ندوی نے اپنے بیان میں اصلاحِ عقیدہ اور اصلاح معاشرہ پر زور دیا۔

اس موقع پر ایک نمائندہ اجتماع میں حالات حاضرہ کی سنگینیت کو دیکھتے ہوئے ایک بڑے "پیام انسانیت" کے جلسے کے انعقاد کا فیصلہ ہوا جو میرٹھ میں ۹ رجون کو منعقد ہوگا۔

۴ رمئی کو لکھنؤ واپسی ہوئی اور ۵ رمئی کو مالیگاؤں براہ بھوساول روانگی ہوئی، ۶ رمئی کی شام کو مغرب کے قریب مالیگاؤں پہونچے مالیگاؤں میں جامعہ تعلیم البنات کے جلسۂ ختم بخاری شریف میں شرکت کرنی تھی۔ اسکی دعوت جناب قاری ریاض صاحب اور مولانا عبدالاحد صاحب ازہری نے دی تھی۔

۶ رمئی کی صبح جامعہ تعلیم البنات کے جلسۂ ختم بخاری میں شرکت ہوئی۔ اس پروگرام میں مالیگاؤں کے علاوہ قریبی مقامات سے بھی جن میں اورنگ آباد خاص طور پر قابل ذکر ہے، اچھی خاصی تعداد میں لوگ شرکت کی غرض سے آئے تھے جن میں ڈاکٹر قمر الدین صاحب، مولانا ریاض الدین فاروقی مولانا مجیب اللہ قاسمی، مولانا صدر الحسن صاحب مولانا عبدالرشید مدنی ندوی قابل ذکر ہیں۔

اس سال مدرسہ سے جو غیر اقامتی مدرسہ ہے اور مسجد سلیمانی سے متصل ایک بڑی عمارت میں قائم ہے ۱۲ طالبات فارغ ہوئیں۔

حضرت مولانا نے وزن اعمال پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اور عربی میں اس لفظ کی وسعت اور محل استعمال پر بحث کی۔

امام بخاری کے منہج انتخاب حدیث اور تراجم ابواب پر بھی روشنی ڈالی۔ اور مختلف کتب صحاح کے ذوق کو بیان کیا۔ اس جلسے میں مالیگاؤں کے اکثر مدارس کے اساتذہ، خاص طور سے معہد ملت اور بیت العلوم کے اساتذہ اور طلباء شریک ہوئے۔

جلسہ کو پروفیسر انیس چشتی صاحب نے بھی خطاب کیا اور دینی و ملی مسائل اور تعلیم کی اہمیت پر روشنی ڈالی۔

اسی دن شام کو ایک بڑے ہال میں "پیام انسانیت" کا جلسہ منعقد ہوا۔ اس جلسہ میں اچھی خاصی تعداد میں غیر مسلم اساتذہ اور سوشل ورکر اور مالیگاؤں انتظامیہ کے ذمہ دار شریک ہوئے۔ اور ان کا بیان ہوا۔

۸ رمئی کو "مدرسہ معہد ملت" تشریف لے گئے یہ مولانا عبدالحمید نعمانی کا قائم کیا ہوا مدرسہ ہے۔ اور دورۂ حدیث تک تعلیم ہوتی ہے، نصاب تعلیم میں ندوۃ العلماء کی تیار کردہ متعدد کتابیں داخل ہیں۔ یہاں کے طلباء ایک تعداد میں تعلیم مکمل کرکے دارالعلوم ندوۃ العلماء میں ادب میں اختصاص کے لئے آتے ہیں۔ معہد ملت میں عربی زبان و ادب میں علمی صلاحیت پیدا کرنے کی طرف خاص توجہ کی جاتی ہے اور نصاب تعلیم کو عہد کے تقاضوں سے مربوط کیا جاتا ہے اور اپنی اسی خصوصیت کی بناء پر اس کے روابط ندوۃ العلماء سے نسبتاً زیادہ ہیں اور اس کے مؤسس مولانا عبدالحمید نعمانیؒ بھی ندوہ کے حضرات سے خصوصی تعلق رکھتے تھے، مولانا محمد حنیف ملی صاحب اور مولانا عبدالاحد ازہری صاحب ان کے مشن اور ذوق کو قائم رکھتے رہے اور صحیح جانشینی کی۔

مولانا نعمانیؒ کے انتقال کے بعد سے مولانا

محمد حنیف ملی کی ادارت میں یہ مدرسہ چل رہا تھا ان کے انتقال کے بعد ان کے رفیق علم مولانا عبدالاحد صاحب ازہری اس کے منتظم ہیں اور وہ علاقہ کے قاضی شریعت بھی ہیں۔ حال ہی میں مدرسہ کے اندر ایک وسیع مسجد تعمیر ہوئی ہے جو مولانا نعمانیؒ کے نام سے موسوم ہے اسی مسجد میں استقبالیہ جلسہ ہوا جس میں مولانا سید واضح رشید ندوی اور مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب نے خطاب کیا۔ اور مولانا عبدالاحد ازہری صاحب نے استقبالیہ کلمات بھی کہے۔

معہد ملت کے بعد مالیگاؤں کے قدیم مدرسہ بیت العلوم تشریف لے گئے اس کو علاقہ کے لوگ ام المدارس کہتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ سو سال سے زیادہ پرانا مدرسہ ہے اس موقع پر مدرسہ کے ذمہ داروں نے حضرت مولانا کا استقبال کیا اور ایک مختصر استقبالیہ جلسہ ہوا۔ جس میں حضرت مولانا نے مدارس کی اہمیت اور ان کے آپس کے تعاون کی ضرورت پر زور دیا۔ اور علماء کی خدمات پر روشنی ڈالی۔

مالیگاؤں میں متعدد اسلامی ادارے ہیں وہ کپڑے کی صنعت میں جس طرح شہرت رکھتا ہے اسی طرح وہاں تعلیمی تربیتی ادارے بھی کثرت سے ہیں۔ اس میں طبی اور انسانی خدمات کا ایک ادارہ ہے جو انجمن اصلاح المسلمین کے زیر نگرانی چل رہا ہے۔ اس میں نرسنگ ہوم بھی ہے اس ادارہ کے استقبالیہ جلسہ کو خطاب کرتے ہوئے مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے مسلمانوں نے طب کے میدان میں تحقیقی اور تجرباتی جو خدمات انجام دی ہیں ان کا تذکرہ کیا انھوں نے معالج اور مریض کے درمیان رابطہ کا ذکر کیا۔ اور اس میں فراست، ہمدردی اور مریض کے نفسیات کی رعایت پر زور دیا۔ انھوں نے ذکر کیا کہ اسلامی عہد میں اس کا اہتمام کیا جاتا تھا کہ مریض کی قوت برداشت متاثر نہ ہو اور اس کا نظم کیا جاتا تھا کہ اس میں مایوسی کا احساس نہ پیدا ہو۔ اس کے لئے ایک شخص کی ذمہ داری ہوتی تھی کہ وہ اس کو تسلی دیتا رہے۔

رفاہی کاموں، اور انسانی خدمات کی ضرورت پر زور دیتے ہوئے مولانا نے کہا کہ گذشتہ عہد میں مسلمانوں سے کوتاہی ہوئی ہے۔ اب اس میدان میں آگے بڑھنے کی ضرورت ہے یہ انسانی اور دینی فریضہ ہے۔ اس میں مسلمانوں کو زیادہ سے زیادہ حصہ لینا چاہیے۔

اسی طرح ایک دارالیتامیٰ ہے جس کی تعمیر جاری ہے۔ مالیگاؤں کی شہرت جامعۃ الصالحات کی وجہ سے بھی ہے۔

یہاں سے فراغت حاصل کرنے والی طالبات مختلف جامعات البنات میں معلمات کے فرائض انجام دے رہی ہیں۔

اس موقع پر ندوی فضلاء نے "مکتبۃ الشیخ ابی الحسن" کے افتتاح کا بھی پروگرام رکھا تھا۔ یہ مکتبہ ابھی ایک مسجد کے ایک حجرہ میں قائم ہے لیکن یہ صرف مکتبہ ہی نہیں ہے بلکہ اس کے ساتھ "پیام انسانیت" اصلاح معاشرہ اسلامی لٹریچر کی اشاعت اور غریب نادار مسلمانوں کی امداد کا کام بھی پروگرام میں شامل ہے۔ اس کے روحِ رواں جناب جمال عارف ندوی ہیں۔ افتتاح کے موقع پر انھوں نے ایک جلسہ کا نظم کیا، جس میں بڑی تعداد میں مدارس کے طلباء اساتذہ اور دانشور حضرات شریک ہوئے اور حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی اور مولانا سید واضح رشید ندوی اور پروفیسر انیس چشتی نے خطاب کیا۔

مالیگاؤں کے بعد ۹ رمئی کو حضرت مولانا پونہ تشریف لے گئے۔ پونہ ہندوستان کا تعلیمی اور انتظامی تربیت اور ٹریننگ کا مرکز ہے۔ یہاں متعدد تربیتی ادارے ہیں، یہ ہندوستان کی ذہنی، فکری اور انتظامی تربیت گاہ ہے۔

پونہ میں پروفیسر انیس چشتی صاحب نے متعدد اہم پروگرام پہلے سے طے کر لئے تھے۔ جن میں سب سے اہم غیر مسلم دانشوروں اور صحافیوں، اور سوشل ورکرس کا اجتماع تھا۔ اس میں کئی ہندو تنظیموں اور انگریزی، ہندی، مراٹھی اردو اخبارات کے نمائندے بھی شریک ہوئے۔ تقریباً دو گھنٹے نشست ہوئی جس میں سب سے پہلے مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی نے ان غلط فہمیوں کا ذکر کیا جو اسلام اور مسلمانوں کے سلسلہ میں اہل قلم اور اہل سیاست کی طرف سے ہندوستان کی سطح پر اور عالمی سطح پر پھیلائی جاتی ہیں۔ خاص طور سے اسلامی تحریکوں، مدرسوں اور اسلام کے نظام حیات کے بارے میں۔

نشست میں شریک صحافیوں اور اہل قلم حضرات نے بے تکلف اپنے اشکالات کا ذکر کیا۔ جن کا مولانا نے علمی انداز سے اطمینان بخش جواب دیا جس سے وہ بہت مطمئن ہوئے اور انھوں نے ایسی ملاقاتوں کی ضرورت پر زور دیا۔ اور اس کا اظہار کیا کہ اس طرح کے اور تبادلۂ خیال سے فضا کی بہتری میں مدد ملے گی جو دوری کی وجہ سے مسموم ہوتی جارہی ہے، انھوں نے سوال کیا کہ علماء اسلام کی اس طرح تشریح کیوں نہیں کرتے جو غیر مسلموں کے ذہنوں کے شکوک کو دور کر سکے۔

اس پر سب کا اتفاق تھا کہ اصل مذہب دوری نہیں قرب پیدا کرتا ہے اور انسانوں کو جوڑتا ہے۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ خالص مذہبی ذہن کے لوگ آگے

(باقی ص ۲۶ پر)

طب وصحت

وضوء اور غسل

روحانی فوائد کے ساتھ جسمانی صحت کے لئے عظیم نعمت خداوندی

● حکیم احسن علی خاں ندوی دارالعلوم تاج المساجد بھوپال

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا قُمْتُمْ إِلَى الصَّلَاةِ فَاغْسِلُوا وُجُوهَكُمْ وَأَيْدِيَكُمْ إِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوا بِرُءُوسِكُمْ وَأَرْجُلَكُمْ إِلَى الْكَعْبَيْنِ وَإِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوا (المائدہ — ۶)

اے ایمان والو! جب تم نماز ادا کرنے کے لئے کھڑے ہو تو اپنے چہرے اور اپنے دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھولو اور اپنے سروں پر مسح کرو اور اپنے پاؤں ٹخنوں تک دھوؤ اور اگر تم جنبی ہو تو سارا بدن پاک کرلو۔"

یہ آیت کریمہ عظیم خداوندی عطیہ ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو صحت وتندرستی کا راز بتلادیا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے وضوء اور غسل کو فرض کرکے اور عبادات کی ادائیگی میں شرط کا درجہ دیکر دائمی اجر وثواب کا دروازہ کھول دیا ہے تاکہ جسمانی تندرستی کے ساتھ ساتھ روحانی ترقی بھی حاصل ہوتی رہے۔

اسلام جو کہ مسلمان کی شخصی واجتماعی زندگی کی بنیاد ہے۔ اور قرآن جو ایک زندہ معجزہ ہے۔ یہ دونوں انسانی زندگی کی فلاح وبہبود پر مشتمل بیش قیمت خزانوں سے لبریز ہیں۔ اس آیت کریمہ میں وضوء وغسل کی برکات کو بیان کیا گیا ہے۔ اور ان فوائد کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو انسانی صحت کو ان سے حاصل ہوتے ہیں۔

آج ہر پڑھا لکھا شخص اس علمی حقیقت سے واقف ہے کہ خون کی شریانوں کا عمل اور بڑے حیاتیاتی اصولوں پر قائم ہے (۱) دل کے ذریعہ خلیاتی ریشوں تک خون کا پہنچنا (۲) پھر جسم میں استعمال شدہ خون کا دل تک پہنچنا، جب تک خون کی شرائین کا یہ عمل صحیح طریقہ سے ہوتا رہتا ہے ان دونوں اصولوں میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی۔ انسان صحت مند وتندرست رہتا ہے اور خون کا دباؤ نارمل حالت میں رہتا ہے۔

لیکن اگر ان دونوں اصولوں میں خرابی پیدا ہوجائے، یعنی دوطرفہ دوران خون کا یہ نظام ذرا بھی بگڑ جائے تو انسانی صحت وتندرستی پر اس کا اثر پڑتا ہے کیونکہ خون دل سے ایک باریک نسوں میں جاتا ہے اور پھر ان باریک نسوں یا شریانوں سے خون دوبارہ دل تک پہنچتا ہے۔ یہ شرائین ونسیں پورے جسم میں پھیلی ہوئی ہیں، ان میں بعض شرائین یا نسیں انتہائی باریک ہوتی ہیں۔ اب اگر ان کا فاصلہ بھی دل سے دور ہوگا اور خون کے سپلائی کے نظام میں کبھی گڑبڑی پیدا ہوجائے گی تو یہ شرائین یا نسیں سخت ہوجائیں گی جس کی وجہ سے گوناگوں امراض پیدا ہوں گے، خون کے ان شریانوں پر جہاں غیر مناسب غذا۔ اور اعصابی ردعمل کا اثر ہوتا ہے وہیں خون کے نظام میں اس خرابی کا بھی اثر ہوتا ہے اور ان میں سختی آتی چلی جاتی ہے۔

خون کی شریانوں اور باریک نسوں یا رگوں کو صحیح حالت پر رکھنے، ان میں سختی پیدا ہونے کے عمل کو روکنے کے لئے سب سے مفید عمل یہ ہے کہ ان کو پھیلنے اور سکڑنے کی ورزش پابندی سے کرائی جاتی رہے" الجسم یتمدد بالحرارۃ وینکمش بالبرودۃ" کہ گرمی سے پھیلتا اور سردی سے سکڑتا ہے کے اصول کے ذریعہ یہ ورزش کرائی جاسکتی ہے۔ خون کی نالیوں کو پھیلنے اور سکڑنے کی یہ ورزش پانی کے ذریعہ کرائی جاسکتی ہے، کیونکہ پانی انسان کے جسم کے درجۂ حرارت میں اتار چڑھاؤ پیدا کرتا ہے۔ اگر پانی کا استعمال پابندی سے، اصول وقواعد کے تحت کیا جاتا رہے تو خون کی یہ شرائین جو دل سے فاصلہ پر ہوں گی یا جن میں سختی پیدا ہوگئی ہوگی وہ بتدریج لچک کو قبول کریں گی اور طاقت بھی حاصل کریں گی۔ پانی ان کو چوڑا کرے گا، انہیں کھول دے گا۔ اور وہ تمام خرابیاں جو غیر مناسب غذا یا اعصابی ردعمل کی وجہ سے ان شرائین میں پیدا ہوئی ہونگی یا خون کی سست حرکت کی وجہ سے سختی اور جس عدم لچک کا یہ شرائین شکار ہوئی ہونگی پانی سے صحیح استعمال کے بعد دوبارہ خون کی گردش اور خون کی شرائین کے پھیلنے اور سکڑنے کے عمل سے یہ تمام خرابیاں دور ہوتی چلی جائیں گی۔

وضوء میں ہاتھ، منھ اور پاؤں دھوئے جاتے ہیں، سر پر مسح کیا جاتا ہے، غسل میں سارے اعضاء کو دھویا جاتا ہے۔ اس سے خون کی نالیوں کی سختی اور سکڑاؤ کو ختم کرنے میں مدد ملتی ہے، پھر یہ کہ خون کی نالیوں کا سخت اور غیر لچکدار ہونا ایک طویل عرصہ کے بعد ہوتا ہے، اچانک نہیں ہوتا، یہ عمل بہت دھیرے دھیرے شروع ہوتا ہے اور پھر اس میں تیزی آتی ہے۔ وہ نالیاں جو دل سے جتنی دوری پر ہوں گی ان پر اثر زیادہ ہوگا جیسے ہاتھ، پاؤں، دماغ وغیرہ۔

وضوء کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دوران خون کے اس نظام کو قائم رکھنے، رونما ہونے والے فساد کی اصلاح فرماتے اور انسانی صحت وتندرستی کی

حفاظت فرماتے ہیں۔ وضوء کے ذریعہ جسمانی ضعف، ذہنی پراگندگی اور اعصابی تھکن دور ہوتی ہے جس کا سبب عام طور پر دماغی نسوں کی سختی اور ان کا غیر لچکدار ہونا ہوتا ہے۔

وضوء وغسل کے بے شمار برکتوں کا شمار تو مشکل ہے اور اس کے جسمانی وروحانی فوائد لاتعداد ہیں، لیکن ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے جس سے لوگ عام طور پر ناواقف ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خون میں حفاظت کرنے والا جو ایک نظام بنایا ہے۔ اس نظام کو وضوء اور غسل سے تقویت حاصل ہوتی ہے۔

ہمارے خون میں گردش کرنے والے سرخ خلیوں کے ساتھ سفید خلیئے بھی ہوتے ہیں، انسانی جسم پر جب کوئی جرثومہ حملہ آور ہوتا ہے تو سفید خلیئے اس حملہ آور جرثومے کو قتل کردیتے ہیں۔ سفید خلیوں کو گردش میں رکھنے والا نظام کس طرح چلتا ہے، اس میں پھیلاؤ یا سکڑاؤ کس طرح واقع ہوتا ہے۔ ابھی تک یقینی طور پر ہم کو ان کی بابت معلومات حاصل نہیں ہیں۔ لیکن یہ بات یقینی طور پر کہی جاسکتی ہے کہ گرمی اور ٹھنڈک کا یعنی پھیلنے اور سکڑنے کا اس نظام پر خاص اثر ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہم کو وضوء اور غسل کا جو حکم دیا ہے اس کے ذریعہ محفوظ رکھنے والے اس نظام کو تقویت حاصل ہوتی ہے اس سے بیماریوں کے خلاف جسم میں طاقت وقوت پیدا ہوتی ہے اور جب جسم طاقتور ہوتا ہے اور وضوء وغسل کے ذریعہ تحفظ دینے والے نظام کو تحریک ہوتی ہے تو جسم حملہ آور جراثیم کا مقابلہ کرکے ان کا دفاع کرتا ہے۔ اس طرح جسم نقصان سے محفوظ رہتا۔ اور متعدی بیماریوں کی آماجگاہ نہیں بن پاتا۔ انسانی جسم میں موجود وہ خلیے جو جسم میں گردش کرتے ہیں اور اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ دوران خون؛ کسی بھی طرح کے نقص کی وجہ سے جب اپنے کام کو بخوبی انجام نہیں دے پاتے تو وضوء اور غسل کے ذریعہ اس نقص کی اصلاح ہوجاتی ہے۔

غسل اور وضوء کے بیش بہا فوائد میں سے ایک اہم فائدہ یہ بھی ہے کہ اس کے ذریعہ کھال اور کھال کے بالکل نیچے چھوٹے پٹھوں کی حفاظت کا کام بھی ہوتا رہتا ہے، اگر کوئی یہ کہے کہ ہاتھ پاؤں اور چہرہ تو عام طور پر سب ہی دھوتے رہتے ہیں تو پھر اس میں وضوء اور غسل کی کیا اہمیت ہوئی۔ لیکن مسلمان اس کام کو نظام اور پابندی کے ساتھ عبادت سمجھ کر کرتا ہے اس لئے اس میں ایک باقاعدگی پیدا ہوجاتی ہے جو دوسری طرح ہو ہی نہیں سکتی۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ وضوء اور غسل۔ اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم ترین، اعلیٰ ترین نعمت ہے، اور وضوء اور غسل کو فرض کرکے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر اور انسانیت پر ایک عظیم احسان فرمایا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ خود اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ کے دوسرے حصہ میں فرمایا ہے "لِيُتِمَّ نِعْمَتَهُ عَلَيْكُمْ" تاکہ اللہ تعالیٰ اپنی نعمت تم پر پوری کرے۔"

یقیناً وضوء وغسل اللہ تعالیٰ کی عظیم نعمت ہے اور اس کی صناعی وکاریگری کی ایک اعلیٰ مثال اور اس کی ربوبیت والوھیت پر دلیل وبرہان ہے۔

> لے لے کے خدا کا نام چلاتے ہیں
> پھر بھی اثر دعا نہیں پاتے ہیں
> کھاتے ہیں لقمہ حرام پڑھتے ہیں نماز
> کرتے نہیں پرہیز دوا کھاتے ہیں

جلد ہی منظر عام پر آرہی ہے۔ انشاء اللہ

تذکرۃ الصدیق

مولانا قاری سید صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی مفصل سوانح حیات

تالیف: ——— محمد عبید اللہ الاسعدی

صفحات: ——— ۱۳۰۰ ——— دو جلد

قیمت: 250/- روپئے۔ معقول کمیشن کے ساتھ۔

خواہشمند حضرات رابطہ قائم کریں مقامی مکتبات سے اور پتہ ذیل پر

ملنے کے پتے: ۱۔ مفتی محمد نور عالم، جامعہ عربیہ ہتھورا۔ ضلع باندہ۔ (یوپی)

مولانا احمد عبد اللہ طیب صاحب جامع مسجد خیریت آباد مکڑی کابل حیدرآباد

۲۔ مفتی سعید الرحمن صاحب، اسلام پورہ مسجد ممبئی۔

۳۔ مکتبہ رحمانیہ ہتھورا باندہ، (۴) مکتبہ حراء ٹیگور مارگ لکھنؤ (۵) دار الکتاب دیوبند،

۶۔ مکتبہ حبیبیہ۔ دیوبند، (۷) جامعہ صدیقیہ، لعرہ پوسٹ نجولیا۔ مغربی چمپارن،

مکتبہ حراء ومکتبہ رحمانیہ سے بذریعہ رجسٹرڈ ڈاک طلب کیجئے۔ 250/- روپئے میں۔

سوال وجواب

محمد طارق ندوی

س :۔ منبر پر قرآن شریف رکھ کر تلاوت کر سکتے ہیں یا نہیں؟

ج :۔ ادب کا تقاضا یہ ہے کہ جزدان یا غلاف، تکیہ وغیرہ پر رکھ کر پڑھے فرش یا منبر پر رکھ کر نہ پڑھے۔

س :۔ لوگوں کی زبان زد ہے کہ زمانہ بہت خراب آگیا ہے کیا یہ صحیح ہے؟

ج :۔ زمانہ برا نہیں ہوتا زمانے کے لوگوں کے اعمال برے ہوتے ہیں۔ حدیث قدسی میں ہے کہ زمانہ کو برا نہ کہو زمانہ تو میں ہوں، ہاں اس اعتبار سے کہا جا سکتا ہے کہ اس زمانہ میں شر غالب ہے اور عام طور پر لوگ زمانہ کو اسی معنیٰ میں برا کہتے ہیں۔

س :۔ کیا مسلمانوں کے علاوہ دوسرے مذاہب والے اگر نیکیاں کریں تو وہ بھی جنتی ہیں؟

ج :۔ جو شخص بھی کفر وشرک کی حالت میں انتقال کر جائے اس کی نجات نہیں ہوگی وہ ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰهُ النَّارُ جو اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ تعالیٰ اس پر جنت حرام کر دیا۔ اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا (قرآن) نیکیوں کی وجہ سے جہنم سے چھٹکارا نہ ہوگا۔

س :۔ جو لوگ شریعت پر مطلقاً عمل نہیں کرتے ان کا کیا حشر ہوگا، بخشش ہوگی یا نہیں؟

ج :۔ وہ سخت سزا کے مستحق ہوں گے البتہ سخت سزا کے مستحق ہونے کے باوجود حق تعالیٰ اپنے فضل سے معاف فرما دے تو کوئی مانع نہیں ہے يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ

س :۔ عام طور پر یہ خیال کیا جاتا ہے کہ پوتنے والے برش سور کے بالوں کے بنے ہوتے ہیں کیا ایسے برشوں سے مسجد یں پوتی جا سکتی ہیں؟

ج :۔ صرف عوامی شہرت پر کوئی حکم نہیں لگایا جا سکتا ہے، تحقیق سے اگر ثابت ہو جائے کہ خنزیر کے بالوں کے برش ہوتے ہیں تو انھیں استعمال نہیں کیا جا سکتا ہے۔

س :۔ کیا مرے ہوئے جانور کی ہڈی استعمال کر سکتے ہیں؟

ج :۔ ہاں! مرے ہوئے جانور کی ہڈی استعمال کر سکتے ہیں ہڈی نجس نہیں ہوتی ہے۔

س :۔ کیا کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ لڑکے والوں کا درجہ اعلیٰ ہے کیا شرعاً درست ہے؟

ج :۔ درجہ کا فرق عوام کا تجویز کردہ ہے اس کی شرعاً کوئی اصل نہیں۔

س :۔ ایک شخص کا نکاح غلط ولدیت کے ساتھ پڑھا دیا گیا تو کیا شرعاً نکاح معتبر ہے یا نہیں؟

ج :۔ دوبارہ نکاح کرنا ہوگا۔

س :۔ سفر میں سنن مؤکدہ کی حیثیت کیا ہے؟

ج :۔ سفر میں سنن مؤکدہ کی حیثیت نوافل کی ہو جاتی ہے البتہ سنت فجر ترک نہ کرے۔

س :۔ کتے کی زبان کپڑے پر لگ جائے تو کیا کپڑا ناپاک ہو جائے گا؟

ج :۔ کتے کا لعاب دہن ناپاک ہے کپڑے پر لگ جانے سے کپڑا ناپاک ہو جائے گا۔

(بقیہ)

ایک علمی دعوتی اصلاحی سفر

آئیں اور اپنے مذاہب کی ترجمانی کریں۔

شرکت کرنے والے اہل قلم نے پروفیسر انیس چشتی صاحب کا شکریہ ادا کیا کہ انھوں نے ایسا موقع فراہم کیا۔

اس طرح پونہ کی دوسری اہم نشست اسلامک انسٹی ٹیوٹ کے لائبریری ہال میں مسلم دانشوروں کی تھی، اس میں مختلف مسلم صنعتی، تعلیمی، تربیتی، اور اصلاحی اداروں کے نمائندے شریک ہوئے، اس نشست میں علم کی اہمیت اور اصلاح معاشرہ کی ضرورت پر تقریریں ہوئیں اور مختلف موضوعات پر سوالات کئے گئے۔ جن کا مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب، مولانا سید واضح رشید ندوی صاحب اور انیس چشتی صاحب نے جواب دیا۔

پونہ میں کئی مدرسوں میں جانا ہوا جن میں مدرسہ نظامیہ اور جامعۃ الصالحات للبنات قابل ذکر ہیں۔

۱۱ رمئی کو پونہ سے ممبئی روانگی ہوئی جہاں بابو بھائی چھتا کے داماد کے حادثۂ وفات پر ان کی تعزیت اور حضرت مولانا ابرار الحق صاحب کی عیادت فرمائی اور اسی دن دہلی روانہ ہو کر جامعہ ہمدرد کی کورٹ کی میٹنگ میں شرکت فرما کر ۱۴ رمئی کو لکھنؤ تشریف لائے۔

مختصر
عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● سعودی عرب کے مفتی اعظم شیخ عبد العزیز آل شیخ نے اساتذہ اور ماہرین تعلیم سے کہا ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری پوری کریں۔ اور سعودی نوجوانوں کو شدت پسندی سے دور رکھیں کیونکہ اسلام امن واعتدال کا دین ہے، مفتی اعظم کنگ سعود یونیورسٹی کے طلباء اور اساتذہ سے گفتگو کر رہے تھے۔ اس موقع پر سعودی وزیر تعلیم نے کہا ہے کہ بیرونی طاقتیں ہمارے اسکولوں کا نصاب اور موضوعات تجویز نہیں کر سکتیں کیونکہ یہ سلطنت کی خود مختاری کے خلاف ہے انھوں نے کہا کہ ہمارے نظام تعلیم کا مقصد نوجوانوں کو قومی خدمت کے لئے تیار کرنا ہے جن میں اسلامی اقدار کا احترام اور تشدد و ناانصافی کے خلاف مزاحمت کا درس دیا جاتا ہے،

● عرب لیگ نے کہا ہے کہ اسرائیلی مفادات پر مبنی کوئی بھی معاہدہ عرب ممالک تسلیم نہیں کریں گے، اور ضرورت پڑی تو تیل کی فراہمی روکی جا سکتی ہے عرب لیگ کے سکریٹری جنرل نے کہا ہے کہ اسرائیلی فوجوں کے انخلاء کے بغیر فلسطینیوں کے لئے صلح پر آمادہ ہونا ناممکن ہے کیونکہ یہ ہتھیار ڈالنے کے مرادف ہے۔ انھوں نے کہا کہ امریکہ عرب اسرائیل تنازع کے خاتمے کے لئے دلیرانہ اور نئی حکمت عملی اختیار کرے کیونکہ صورتحال بد سے بدتر ہوتی چلی جا رہی ہے۔ عرب لیگ کے سکریٹری جنرل نے امریکہ پر زور دیا کہ وہ مسئلے کے حتمی حل کے لئے نئی حکمت عملی اختیار کرے اور چھوٹے موٹے اقدامات ترک کرے، عرب ممالک کو اسرائیل کے لئے عالمی طاقتوں کی حمایت قبول نہیں ہے، ہمیں یقینی حل کی جانب پیش رفت کرنی چاہئے۔ الفاظ اور تصورات کافی نہیں ہیں آج فوری حل ضروری ہے کیونکہ اگر سیاسی حل کے بغیر تشدد رک بھی گیا تو یہ دوبارہ شروع ہو سکتا ہے اور امریکی اس نقطۂ نظر سے واقف ہیں۔ عرب لیگ کے سکریٹری جنرل نے کہا کہ عرب رہنماؤں نے کولن پاول اور ڈک چینی سے ملاقات میں ایک آواز ہو کر یہ کہا تھا کہ اسرائیلی پالیسی جسے عالمی طاقتوں کی حمایت حاصل ہے ناقابل قبول ہے اور یہ علاقائی سلامتی کے لئے خطرہ ہے جبکہ اسرائیلی فوج یہ سمجھتی ہے کہ وقت مناسب ہے کہ عربوں کے حقوق کی قیمت پر اپنے مقاصد حاصل کرے کیونکہ اسے امریکا کا تحفظ حاصل ہے اور یہی وجہ ہے کہ ہم موجودہ صورتحال کو معمولی سمجھ رہے ہیں جبکہ حالات کہیں زیادہ گمبھیر ہیں، اور اگر ضرورت پڑی تو عرب ممالک پر اسرائیل کے خلاف مزید سخت اقدامات کرنے کے لئے زور دیا جائے گا، جن میں یہودی ریاست سے سفارتی تعلقات کا خاتمہ تیل کی برآمد کا روکا جانا اور عرب لیگ کے مشترکہ دفاعی معاہدے کی بحالی شامل ہیں۔

● برطانیہ سے شائع ہونے والا رسالہ "نیو سائنٹسٹ" نے نیو جرسی یونیورسٹی کے ریسرچ اسکالروں کی تحقیق پر مبنی ایک خبر شائع کی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ اگر ہند وپاک کے درمیان ایٹمی جنگ ہوئی تو ہندوستان کے تقریباً ۸۰ لاکھ افراد ہلاک ہوں گے، اور نو لاکھ شدید طور پر زخمی ہوں گے جبکہ پاکستان میں یہ تعداد ۱۲ لاکھ اور زخمی ہونے والوں کی ۸ لاکھ ہوگی۔

اس ایٹمی جنگ میں ہندوستان میں بنگلور، ممبئی، کلکتہ، مدراس اور دہلی جیسے شہر نشانہ پر ہوں گے۔ اور پاکستان میں کراچی، فیصل آباد، لاہور، اسلام آباد اور راولپنڈی میں تباہی ہوگی۔ اس ایٹمی جنگ کے بعد کینسر جیسی مہلک بیماری میں مرنے والوں کی تعداد اس میں شامل نہیں ہے، یہ تباہی اس صورت میں ہوگی جب یہ ایٹم بم ہوا میں پھٹے گا۔ اور اگر زمین میں پھٹا تو تباہی اس سے کہیں زیادہ ہوگی۔

● ارجنٹینا کے دار الحکومت بیونس آئرس میں صحیح مسلم کی تیسری جلد کی اسپینی زبان میں اشاعت ...... ہو گئی ہے جس کا مقصد جنوبی امریکہ میں آباد مسلمانوں کی دینی رہنمائی اور غیر ملکوں میں اسلامی دعوت کا اہتمام ہو۔ جن کی اشاعت ارجنٹینا کے مکتب "الدعوة والثقافة الاسلامية" نے کی ہے۔

تصحیح نامہ

قارئین کرام ۲۵ رمئی ۲۰۰۲ء کے تعمیر حیات کے شمارے میں صفحہ ۹ سطر ۱۱ کی تصحیح فرمالیں۔

غلط	صحیح
قیام	کام
ضرورت	اہمیت

مطالعے کی میز پر

تبصرے کے لئے کتابوں کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے۔

تبصرہ نگار: محمد شاہد ندوی بارہ بنکوی

نام کتاب: نبیوں کے قصے (ہندی)
مصنف:۔ حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ
صفحات: ۲۲۶ حصہ اول قیمت/۴۰ روپے
صفحات: ۲۴۸ 〃 دوم 〃 /۴۰ روپے
سائز: ۱۸×۲۲/۸، خوبصورت ٹائیٹل، عمدہ کاغذ
بہترین طباعت، دیدہ زیب کمپوزنگ
ملنے کا پتہ:۔ مجلس تحقیقات ونشریات اسلام
ندوۃ العلماء پوسٹ بکس ۱۱۹ لکھنو۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے بچوں کو عربی زبان سکھانے کے سلسلہ میں اس حقیقت کو بھی مد نظر رکھا کہ زبان کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ضروری معلومات اور پاکیزہ اخلاق وکردار کی بھی تعلیم دی جا سکے۔ چنانچہ اس کے لئے "القراۃ الراشدہ" کے تین حصے اور "قصص النبیین" کے پانچ حصے تیار کئے۔ "قصص النبیین" میں نبیوں کے قصے ہیں جن کے جاننے اور سننے کے لئے بچے کیا بوڑھے بھی بے چین رہتے ہیں۔ اور مسلمان ہی نہیں غیر مسلم حضرات بھی سچے قصوں کو بڑے شوق سے پڑھتے اور سنتے ہیں۔

پیش نظر کتاب "نبیوں کے قصے" بہ زبان ہندی دو حصوں میں شائع کی گئی ہے جس کے پہلے حصے میں حضرت ابراہیم، حضرت یعقوبؑ، حضرت یوسفؑ، حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت داؤد، حضرت سلیمان، حضرت ایوب، حضرت یونس، حضرت زکریا، حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کے قصے بیان کئے گئے ہیں جبکہ دوسرے حصے میں خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا بیان ہے۔

حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ کتاب کے بارے میں فرماتے ہیں۔

"درحقیقت "قصص النبیین" (نبیوں کے قصے) نبیوں کے حالات پر مشتمل ایک کتاب ہے اور نبیوں کے حالات کو (حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے) اس طرح بیان کیا ہے کہ ان میں انسانی وبشری کیفیتوں کا لحاظ رکھا اور ان کے بلند کردار واخلاق کو اس خوبصورتی کے ساتھ پیش کیا کہ زبان سکھانے کا جو کلاسیکل سسٹم (CLASSICAL SYSTEM) ہے وہ پوری طرح محفوظ رہا۔

اب چونکہ نبیوں کے اخلاق وکردار اور ان کے بشری حالات، بلند انسانی خصوصیات پیدا کرنے کے لئے بہترین ذریعہ ہیں اس لئے "قصص النبیین" (نبیوں کے قصے) کی یہ کتاب ایک وقت میں دونوں مقصد پورا کرتی ہے۔
۱۔ زبان کی تعلیم (۲) انسان کی کردار سازی۔

اس طرح یہ کتاب صرف عربی زبان کی تعلیم کے لئے ہی نہیں بلکہ کسی بھی زبان کی تعلیم کے لئے بہترین ذریعہ تعلیم بن سکتی ہے۔"

مولانا عبدالماجد دریا بادی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پہلے فرمایا تھا کہ۔

"قصص النبیین للاطفال" (نبیوں کے قصے) اب نہ کسی تعریف کی محتاج، نہ تعارف کی، سلیس، شستہ عربی میں پیغمبروں کے سچے سبق آموز، پُرہدایت حالات، لڑکوں اور لڑکیوں اور بوڑھوں سب کے لئے پڑھنے کے قابل ہے۔

قصص النبیین اصلاً عربی کے مبتدی طلباء کے لئے خاص تعلیمی نقطہ نظر سے لکھی گئی اور سرسری نظر سے دیکھئے تو صرف درسی اور تعلیمی کتاب معلوم ہوگی لیکن حقیقتاً (بچوں کے لئے) علم کلام کی کتاب ہے، ایمان کے مسائل، توحید کے دلائل، جس حسن لطافت سے اس کے اندر جمع کر دیئے گئے ہیں وہ اپنی نظیر آپ ہیں ادھر زبان عربی کے اسلوب بیان کے اصول سمجھتی گئی ادھر قلب ایمان اور قرآن کے حقائق سے منور ہوتا گیا۔ دماغ نے نشو ونما پائی اور روح نے بھی بالیدگی محسوس کی

چنانچہ اس کتاب کی اہمیت، افادیت نافعیت اور ضرورت کے پیش نظر اس کا اردو وانگریزی زبانوں میں بڑے خوبصورت انداز میں ترجمہ ہوا اور اب اس کو جناب مولانا سید احمد علی حسنی ندوی نے عام فہم ہندی زبان میں منتقل کر دیا اور محمد الحسنی ٹرسٹ رائے بریلی نے اسکو شائع کر کے ایک اہم کارنامہ انجام دیا ہے جس سے ہندی زبان جاننے والے طلباء اساتذہ اور مسلم وغیر مسلم سبھی حضرات خاطر خواہ استفادہ کر سکتے ہیں خصوصاً نوعمر بچوں وبچیوں کی کردار سازی اور تعلیمی واخلاق تربیت کے لئے ایک بہترین وقیمتی تحفہ ہے۔

اُمید ہے کہ یہ کتاب عربی، اردو، انگریزی کی طرح ہندی داں طبقہ میں بھی قبولیت حاصل کرے گی اور لوگ ذوق وشوق سے مطالعہ کریں گے۔

مدرسہ عالیہ عرفانیہ کا سہ روزہ سیمینار

سید ضیاء الحسن (سابق اردو لکچرر امیر الدولہ اسلامیہ کالج لکھنؤ)

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے ملحقہ مدارس میں مدرسہ عالیہ عرفانیہ لکھنؤ اس اعتبار سے منفرد اور ممتاز ہے کہ اس کو وقت کے دو بزرگوں حضرت مولانا محمد احمد صاحبؒ اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی خصوصی توجہ حاصل رہی ہے۔ مدرسہ کے بانی قاری مشتاق احمد صاحب مدرسہ کے تمام معاملات میں ان بزرگوں سے رجوع کرتے رہے اور دارالعلوم کے اساتذہ اور مربیوں سے تعلیم وتربیت اور انتظامی امور میں مشورہ لیتے رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے قاری صاحب کے ایثار وقربانی کا صلہ یہ عطا فرمایا کہ پچیس سال کے مختصر عرصہ میں ۲۶۲۷ قراء ۱۰۳۱ حفاظ اور ۷۶۳ علماء جملہ ۴۴۲۱ طلباء اس مدرسہ سے فارغ ہو چکے ہیں۔ بانی مدرسہ نے قیام مدرسہ کے ۲۵؍سال گزرنے پر مدرسہ کے قدیم طلبا کو ان کا فرض یاد دلانے کے لئے سہ روزہ سیمینار کا اہتمام کیا۔

جن بزرگوں کو اس جلسے سے خطاب کرنے کی دعوت دی گئی انھوں نے بھی شرف قبولیت عطا کی۔ ان میں حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب امیر شریعت بہار واڑیسہ و جنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ، حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی صاحب ناظم ندوۃ العلماء، مولانا سعید الرحمن صاحب اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء، مولانا محمد سالم قاسمی مہتمم دارالعلوم (وقف) دیوبند نیز مولانا محبوب الرحمن ازہری، مفتی ثناء الہدیٰ قاسمی، مولانا عبدالعلیم فاروقی، مولانا عبدالعلی فاروقی، مولانا شمس الحق ندوی، مولانا نذر الحفیظ ندوی ازہری، مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری اور مولانا محمود الازہار صاحب ندوی قابل ذکر ہیں۔

اس سیمینار میں پانچ نشستیں ہوئیں اور اس کا خاص اہتمام کیا گیا کہ ہر نشست میں یہیں کے فارغین قراء جو اس وقت دوسرے مدارس میں بحیثیت استاد اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں، تلاوت قرآن کریں۔ پہلا افتتاحی اجلاس مولانا سعید الرحمن صاحب اعظمی ندوی مہتمم دارالعلوم ندوۃ العلماء کی زیر صدارت منعقد ہوا۔ نظامت کے فرائض ڈاکٹر مسعود الحسن عثمانی صاحب نے انجام دیئے۔ قاری رحمت اللہ نے تلاوت کلام اللہ سے جلسہ کا آغاز کیا بعدہ ترانۂ عرفانیہ پیش کیا گیا۔ ترانہ کے بعد بانی مدرسہ قاری مشتاق احمد صاحب نے مخلصین ومحبین کی آمد پر استقبالیہ پیش کرتے ہوئے حاضرین جلسہ کا شکریہ ادا کیا، استقبالیہ میں انھوں نے مختصراً اپنی تعلیمی زندگی تدریسی خدمات اور قیام عرفانیہ کی جد وجہد اور پھر اس کی پچیس سالہ خدمات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہمارا سفر ابھی جاری ہے۔

استقبالیہ کے بعد حضرت مولانا سید نظام الدین صاحب امیر شریعت بہار واڑیسہ وجنرل سکریٹری آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ کے دست مبارک سے اس جشن کے موقع پر سید ضیاء الحسن ندوی اور رفیق القاسمی صاحب کا ترتیب دیا ہوا ایک یادگاری مجلہ کا اجراء عمل میں آیا۔ اس مجلہ میں اہم علمی وادبی مضامین کے ساتھ مدرسہ کی پوری تاریخ قلم بند کی گئی ہے، نیز پچیس سال میں فارغ طلباء جن کی تعداد تقریباً ساڑھے چار ہزار ہے کے نام ولدیت اور پتے بھی درج ہیں۔ اجرا سوئنیر کے بعد مہمانانِ خصوصی مولانا سید نظام الدین مدظلہ کے ہاتھوں مدرسہ عرفانیہ کے قدیم ترین اساتذہ ومعاونین کو ان کی شاندار کارکردگی کے صلہ میں ایوارڈ دیا گیا۔ پھر مولانا حیات اللہ قاسمی، مولانا عبدالعلیم فاروقی، مولانا سید نظام الدین اور صدر محترم مولانا سعید الرحمن صاحبان نے تقریریں کیں، ان سبھی حضرات نے مسلمانانِ ہند اور خاص طور پر طلباء واساتذہ کو یہ تلقین کی کہ وہ اس دورِ پُرفتن میں ثابت قدمی اور استقامت کے ساتھ دین کی خدمت میں لگے رہیں کیونکہ اسی میں فلاح مضمر ہے آخر میں دعا پر جلسہ کا اختتام ہوا۔

۲۰؍مئی بروز دوشنبہ کی دوسری نشست
(مقالہ خوانی)

اس نشست میں مولانا محبوب الرحمن ازہری

کی صدارت تھی اس کے بعد فارغین طلباء نے اپنے اپنے مقالات پیش کئے۔ اختتامِ نشست پر مولانا محبوب الرحمٰن صاحب نے اپنی تقریر میں اس مدرسہ سے اپنے قدیم تعلق کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا ؏

اس میں کچھ خونِ تمنا بھی شامل ہے میرا

اس کے بعد دعا پر نشست برخاست ہوئی۔

۲۰ رمئی شام کی تیسری نشست

یہ نشست بڑی اہم تھی کیونکہ اس میں ہندوستان کے دو اہم علماء کی تقریریں ہوئیں، میری مراد مولانا محمد سالم قاسمی اور مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی سے ہے۔ مولانا محمد سالم صاحب نے طلبا سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ "علم کی یہ امانت ہمارے طلبا کو ایمانداری اور دیانتداری سے آنے والی نسلوں کو منتقل کرنا ضروری ہے بس یہی میرا پیغام ہے"۔ حضرت مولانا سید محمد رابع صاحب نے فرمایا کہ "ہمارے اسلاف نے ہندوستان میں دینی مدارس اسی لئے قائم کئے تھے کہ مسلمان اپنی دینی خصوصیات اور تشخصات کے ساتھ زندہ رہیں ورنہ انگریزوں نے اس ملک میں جو اسکول قائم کئے تھے ان کا تو بنیادی مقصد صرف کلرک تیار کرنا تھا اگر خدانخواستہ وہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہو جاتے تو اس سرزمین سے ہندوستانی مسلمانوں کا وجود کب کا ختم ہو جاتا۔ مولانا نے مزید فرمایا کہ یہ مدارس انسانی زندگی کے لئے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتے ہیں جس طرح انسان ریڑھ کی ہڈی کے بغیر کھڑا ہو نہیں سکتا اسلامی معاشرہ بھی ان مدارس کے بغیر مفلوج ہو کر رہ جائے گا۔

۲۱ رمئی بروز منگل کی دوسری نشست

(مقالہ خوانی)

آج کی نشست کے صدر مولانا شمس الحق ندوی ایڈیٹر تعمیر حیات تھے جب کہ مقرر مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری اور مہمانِ خصوصی مولانا نذر الحفیظ ندوی تھے۔ مولانا نذر الحفیظ صاحب نے بتایا کہ قاری صاحب میں بچپن ہی سے دین بلکہ قرآن کی خدمت کا جذبہ موجود تھا اور اس وقت وہ جو کچھ کر رہے ہیں وہ انھیں ورثہ میں ملا ہے۔ اور ان کے والد کی دعاؤں کے طفیل ہے۔ مولانا شمس الحق صاحب نے مولانا پرتاب گڑھی" کی طرح دل میں دین کی خدمت کا جذبہ اور تڑپ پیدا کرنے کی نصیحت فرمائی۔ مولانا محمد خالد ندوی غازیپوری نے مدرسہ عالیہ عرفانیہ کی تین بنیادی خصوصیات کا تعارف کراتے ہوئے کہا کہ اس نام کے تین جزو ہیں، مدرسہ ہونے کے ناطے اس کا رشتہ "صفۂ نبوی" سے جڑا ہوا ہے اور "عالیہ" سے مراد اس کے بلند تصورات اور دینی امتیازات ہیں نیز "عرفانیہ" "معرفتِ خداوندی اور تعلق مع اللہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

۲۱ مئی شام کی آخری پانچویں نشست

اختتامی تقریر و مشاعرہ نعت

اس نشست کے صدر مولانا عبد العلی فاروقی صاحب مہتمم دار العلوم فاروقیہ تھے، صدر جلسہ مولانا فاروقی صاحب نے کہا ہمیں ان ذرائع کی پوری پوری عزت اور قدر کرنی چاہئے جن سے ہمیں علم حاصل ہوا ہے یعنی اساتذہ کہ ان کے ذریعہ اور ان کی رہنمائی سے ہمیں علم ملا۔ درسگاہیں کہ انھوں نے حصول علم کے سامان فراہم کئے۔ کتابیں کہ جن سے طلباء نے استفادہ کیا۔ یہ ان کی خاموش محسن ہیں۔ ہم ان کی جتنی بھی عزت کریں گے اسی قدر علم سے نفع حاصل ہوگا۔

اس موقع پر ایک علمی نمائش کا ایک بورڈ بھی آویزاں کیا گیا تھا جس میں ادارہ کی پوری تاریخ تعمیر و ترقی کے مختلف مراحل کی تصاویر، بانی مدرسہ کی کاوشیں ایک نظر میں حضرت مولانا محمد احمد صاحب پرتاب گڑھی" کی زندگی ایک نظر میں، مولانا موصوف کے مرشد اور ان کے خلفاء ایک نظر میں نیز ان مشہور علماء کے نام نامی جن کی دینی و اصلاحی تحریکات نے مسلمانانِ ہند کو صحیح رُخ عطا کیا اور ان کے سنین وفات کو یکجا شکل میں راقم سطور (سید ضیاء الحسن ندوی سابق اردو لکچرر اسلامیہ کالج لکھنؤ) نے بڑے سلیقہ سے پیش کیا یہ نمائش بھی شرکاء جلسہ اور سمینار کی توجہ کا مرکز بنی رہی۔

پانچویں نشست کے اختتام پر مشاعرۂ حمد و نعت کا آغاز ہوا جو کامیابی کے ساتھ ڈھائی بجے رات تک چلتا رہا۔ اس میں مقامی و بیرونی تقریباً تیس شعراء نے اپنا اپنا نذرانۂ عقیدت پیش کیا اس کے بعد یہ پروگرام پایۂ تکمیل کو پہنچا۔

> خدا کی دین ہے جس کو نصیب ہو جائے
> ہر ایک دل کو غمِ جاوداں نہیں ملتا
> (اخترؔ صہبائی)

حمد

تو ہے لاشریک مرے خدا

کوثر جعفری بھٹکلی

مرے رب تو خالقِ دو جہاں تری شان جل جلالہٗ
کہ ترا ہی امر ہے کن فکاں تری شان جل جلالہٗ

تری ذات خود ہی حیات ہے تری ذات خود ہی ثبات ہے
تو ہے لم یزل تو ہے جاوداں تری شان جل جلالہٗ

تو ہے لاشریک مرے خدا ہے یقین اس پہ مجھے سدا
نہیں اس یقین پہ کچھ گماں تری شان جل جلالہٗ

ترے ذکر پاک سے ہو گیا مرا قلب سینہ میں مطمئن
تری یاد ہی سے ملی اماں تری شان جل جلالہٗ

تو رگِ گلو سے قریب ہے تری شان یہ بھی عجیب ہے
تو مکین ہو کے ہے لامکاں تری شان جل جلالہٗ

تو ہے کائنات کا حکمراں ترے بس میں جملہ مکیں مکاں
تو قوی ہے خلق ہے ناتواں تری شان جل جلالہٗ

یہ قمر یہ شمس یہ کہکشاں یہ ستارے جو ہیں رواں دواں
ترے نور ہی کا ہیں کارواں تری شان جل جلالہٗ

تو رؤف ہے تو رحیم ہے تو عزیز ہے تو حلیم ہے
تو غفور ہے تو ہے مہرباں تری شان جل جلالہٗ

یہ جبل یہ دشت و شجر ثمر یہ حجر عقیق یہ بحر و بر
ترے جود و لطف کے ہیں نشاں تری شان جل جلالہٗ

ترا ذکر صبح و مسا کریں تری یاد ہی میں فنا رہیں
ہوں عطا مجھے وہ دل و زباں تری شان جل جلالہٗ

یہ جو رنگ و روپ گلوں میں ہے جو مہک چمن کی فضا میں ہے
ہیں عیاں تمام جو خوبیاں تری شان جل جلالہٗ

تری حمد مجھ سے ہو کیا بیاں مجھے اتنی تاب و سکت کہاں
میں ہوں بندہ کوثرؔ ناتواں تری شان جل جلالہٗ

نعت

شہنشاہیاں معتبر کرنے والا

رئیسؔ الشاکری

طلسماتِ شب بے اثر کرنے والا
اندھیروں کے گھر بھی سحر کرنے والا

نقوشِ قدم جگمگائے ہے کیا کیا
صفِ کہکشاں سے گزر کرنے والا

جہاں پاؤں رکھے نشاں چھوڑ آیا
بلند آسمانوں کو سر کرنے والا

جھجکتی ہی رہ جائے سدرہ نشینی
جب آواز دے وہ سفر کرنے والا

پرانی چٹائی بچھونا کرے ہے
شہنشاہیاں معتبر کرنے والا

زمیں تو زمیں آسمانوں پہ قابض
فقیری کے شام سحر کرنے والا

امیروں کو آنکھیں بچھانا سکھائے
غریبوں کی جانب نظر کرنے والا

اخوت کے مفہوم رگ رگ میں بھر دے
قبیلوں کو شیر و شکر کرنے والا

پتہ منزلِ جاں کا پوچھو اسی سے
وہ رہزن کو بھی راہبر کرنے والا

حرا کی پہاڑی سے وہ نرم لہجہ
چٹانوں کے دل میں بھی گھر کرنے والا

رئیسؔ سخن ہو تو نعتِ نبی میں
قلم مانگو عرضِ ہنر کرنے والا

سیرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

مستند حوالوں کے ساتھ سیرت پر مؤثر ترین کتاب

مفکرِ اسلام

حضرت مولانا سید ابو الحسن علی ندویؒ کے قلم سے

دوسرا ایڈیشن، تصحیحات، نئی کمپیوٹر کمپوزنگ اور دیدہ زیب طباعت کے ساتھ

منظرِ عام پر

صفحات: ۳۲۰، قیمت ۹۰/- روپئے

ناشر:

سید احمد شہید اکیڈمی

دائرہ شاہ علم اللہ، تکیہ کلاں، رائے بریلی (یو-پی)

بُنیادی اخلاق

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ اللہ کے رسولؐ نے فرمایا بنیادی اخلاق دس ہیں۔

۱۔ سچ بولنا (۲) دنیا سے قطعی بے رغبتی۔
۳۔ پڑوسی یا دوست بھوکا ہو اور وہ پیٹ بھر کھائے۔
۴۔ سائل کے ساتھ اچھے ڈھنگ سے پیش آنا۔
۵۔ احسانات کا بدلہ دینا۔
۶۔ امانتداری۔ (۷) صلہ رحمی۔
۸۔ دوست کے حقوق کی ادائیگی۔
۹۔ مہمان نوازی۔
۱۰۔ ان سب اخلاق کی بنیاد حیاء ہے۔